هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر:۔ میر قاسم علی احمدی!

شرح چندہ پیشگی

سرپرستان	معاونین	عام چندہ	ششماہی	بیرون ہند
صہ/	للعہ/	عاہ/	عہ/	۸ شلنگ

قیمت فی پرچہ ا/ نیجر:۔ رشید احمد خاں احمدی!

تاریخہائے اشاعت:۔ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ ربیع الاول / ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۷ / ۱۴ ماہ ہجرت ۱۳۱۹ہش مطابق ۷ / ۱۴ مئی ۱۹۴۰ء | نمبر ۱۷ و ۱۸

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۴ ہجرت / ۴ مئی سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ معہ چند افراد اہل بیت ساڑھے چار بجے بعد دوپہر عازم سندھ ہو گئے۔ حضور کے ہمراہ خان صاحب مولوی فرزند علی۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب۔ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے پرائیویٹ سکرٹری بعض دیگر خدام بھی ہیں۔ مقامی امیر حضرت مولوی شیر علی صاحب کو مقرر فرمایا۔ قادیان سے لاہور تک بسواری موٹر اور آٹھ بجے رات کے قریب لاہور سے سندھ ایکسپریس میں سوار ہو کر کراچی کو تشریف لے گئے۔ ۶ مئی کی تار مرسلہ از کراچی سے معلوم ہوا۔ کہ حضور معہ اہل بیت و خدام بخیریت کراچی پہنچ گئے ہیں۔

کراچی کا پتہ:۔ حضور اور حضور کے خدام کو خطوط و تار ارسال کرتے ہوئے "معرفت پوسٹماسٹر صاحب کراچی" پتہ لکھنا چاہیئے۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت پھر ناساز ہے۔ احباب دعائے صحت فرماویں۔

(۳) ۳ شہادت / ۳ اپریل صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بوجہ تبادلہ از گوڑگانوہ تشریف لائے۔ اور ۳ مئی کو آپ حصار جہاں تعینات ہوئے ہیں۔ تشریف لے گئے۔

(۴) ۳۰ اپریل کو آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب سوا چھ بجے کی ٹرین سے اپنے سیلون میں شملہ تشریف لے گئے۔

ملاحظہ ہو کالم [illegible] صفحہ [illegible]

"دکھا دو ہے مقدم دین۔ دنیا پر سدا اپنا"

(نتیجہ فکر مولوی محمد ابراہیم صاحب شاد احمدی ٹیچر سکول مومن ضلع شیخوپورہ)

م۔ مرادیں ہو گئیں پوری ملا جب دلربا اپنا ۱ خ۔ خیابانِ محبت ہو گیا ہے اب ہرا اپنا
ح۔ حقیقت کھل گئی ناصح ترے پند و نصیحت کی ۲ ا۔ اگر میں مانتا تیری نہ ملتا آشنا اپنا
م۔ محبت میں تمیزِ خادم و آقا نہیں اصلا ۳ د۔ دیا ہو جس نے دل الفت میں پالے مدعا اپنا
و۔ وفاداری میں یکتا ہے مرا محبوب روحانی ۴ م۔ مصیبت اور غم میں بس وہی ہے آسرا اپنا
د۔ دلوں کے داغ دھوتی ہے تری تعلیم اے احمدؐ ۵ ش۔ شبِ دیجور میں نکلا ہے تو ماہِ لقا اپنا
ز۔ زر و مال و منالِ دنیوی اس رہ میں حائل ہیں ۶ ا۔ اگر مولیٰ سے ملنا ہے بڑھاؤ اتقا اپنا
ن۔ نچھاور دین پر کردو متاعِ دنیوی اپنا ۷ د۔ دکھا دو ہے مقدم دین دنیا پر سدا اپنا
د۔ دلائل احمدیت کے نہ کیوں دنیا پہ غالب ہوں ۸ ا۔ امام و پیشوا ہے جب مثیلِ مصطفےٰ اپنا
ہ۔ ہماری آہیں اے دشمن! تجھے برباد کردینگی ۹ ح۔ حمایت پہ ہے جب ہم بے نواؤں کی خدا اپنا
ب۔ بجا دو نوجوانو! تم جہاں میں دین کا ڈنکا ۱۰ م۔ مٹا دو کفر و بدعت کو یہی ہے ادعا اپنا
ا۔ اگر شانِ ایازی کی تمنا ہے ترے دل میں ۱۱ د۔ درِ حضرت "محمود" میں تو گھر بنا اپنا
د۔ درِ محمود پر ہی شاد گزرے زندگی تیری ۱۲ ی۔ یہی میری تمنا ہے یہی ہے مدعا اپنا

اس نظم میں شاد صاحب نے خاص صنعت رکھی ہے۔ کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ کے پہلے حروف کو ترتیب دینے سے "محمود زندہ باد" اور ہر شعر کے دوسرے مصرعہ کے پہلے حروف کو ترتیب دینے سے "خادم شاد احمدی" بنتا ہے۔

(۵) ۲ مئی سے قادیان کے سنٹر میں مولوی فاضل کے طلباء کا امتحان شروع ہوا۔ احباب سب کی کامیابی کے لئے دعا فرماویں۔

معذرت و اطلاع

خاکسار ایڈیٹر فاروق ایک ہفتہ کے لئے قادیان سے باہر جا رہا ہے۔ اس لئے ۱۴ مئی کا اگلا پرچہ نہیں شائع ہو گا۔ ۲۸ اپریل کا اور ۷ مئی کا ہر دو پرچے بجائے ۱۲ کے ۱۶ صفحات پر نکالے گئے ہیں۔ تاکہ ۱۴ مئی کو نہ نکلنے والے پرچہ کی کمی پوری ہو جائے۔ اس کے بعد انشاء اللہ ۲۱ مئی کا پرچہ واپس آکر شائع کروں گا۔ احباب میری بخیریت واپسی کی دعا فرماویں۔ اور ۱۴ مئی کے پرچہ کا انتظار نہ کریں۔ ۶ مئی کو خاکسار ایڈیٹر بمقام گورداسپور ایک مقدمہ میں شہادت کے واسطے گیا تھا۔ نیز ۴ صفحہ اخبار کے زائد کرنے تھے۔ اس لئے یہ پرچہ بھی دو دن لیٹ ہو کر شائع ہوا ہے۔ جس کی معذرت کرتا ہوں۔ ایڈیٹر

انتظار۔ فاروق کے متعلق جو دو تجاویز پیش کی ہیں۔ ان کا جواب احباب جلد دیں۔

(مینیجر)

چندہ خاص کے متعلق ضروری اعلان

قابل توجہ

احباب و عہدہ داران جماعت اور نمائندگان مجلس مشاورت

صدر انجمن احمدیہ کا مالی بار ہلکا کرنے کے لئے مجلس مشاورت سنہ ۳۸ء میں فیصلہ ہوا تھا۔ کہ ایک لاکھ روپیہ چندہ خاص تین سالوں میں وصول کیا جائے۔ یعنی سنہ ۳۸-۳۹ء میں پندرہ ہزار۔ سنہ ۳۹-۴۰ء میں پینتیس ہزار اور سنہ ۴۰-۴۱ء میں پچاس ہزار۔

گذشتہ دو سالوں کی وصولی تو احباب اور جماعتوں کی طرف سے خاطر خواہ طور پر نہ ہو سکی۔ جس کی وجہ زیادہ تر یہی سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ نہ تو اس چندہ کی اہمیت کو احباب نے خود سمجھا۔ اور نہ عہدہ داران جماعت نے سمجھانے کی کوشش کی۔ گو گذشتہ سالوں میں یہ عذر بھی پیش کیا جاتا رہا ہے۔ کہ جماعت جوبلی فنڈ کی ادائیگی میں مصروف ہے۔ اسلئے اس چندہ کی ادائیگی پوری طرح نہیں ہو سکی۔ لیکن اب تو یہ عذر بھی نہیں رہا۔ کیونکہ جماعت کا بیشتر حصہ جوبلی فنڈ کے چندہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو چکا ہے۔ اس لئے احباب کو اور عہدہ داران جماعت کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ وہ آئندہ چندہ خاص کی ادائیگی اور فراہمی پوری توجہ و تندہی سے فرمائیں۔ چونکہ اس چندہ کے متعلق مجلس مشاورت کا فیصلہ ہے۔ اس لئے احباب اور عہدہ داران جماعت نیز نمائندگان مجلس مشاورت کا فرض ہے۔ کہ وہ مجلس مشاورت کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے اس چندہ کی مطلوبہ رقم کو ہر ممکن طریق سے پورا کرنے کی کوشش فرمائیں۔

جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ سال ۴۰-۴۱ء کے لئے چندہ خاص کا مطالبہ پچاس ہزار روپے کا ہے۔ جس کی شرح ایک ماہ کی آمد پر ۲۵ فی صدی بنتی ہے۔ اس لئے اس شرح سے ہر ایک شخص سے یہ چندہ وصول کیا جائے۔ یکمشت یا بذریعہ اقساط چھ ماہ تک تمام چندہ احباب سے وصول ہو کر داخل خزانہ ہو جانا چاہیئے۔ تا انجمن اس بار سے دوران سال میں ایک معتد بہ حد تک سبکدوش ہو سکے۔

چونکہ جب تک اس چندہ کی وصولی سب سے خاص اہتمام کے ساتھ نہ کی جاوے گی۔ مطلوبہ رقم کا پورا ہونا محال ہے۔ اس لئے فارم مطلوبہ علیحدہ تحریک کے ساتھ ارسال خدمت کئے جا رہے ہیں۔ براہ مہربانی ان کو پُر کر کے اسکی ایک پڑتت اپنے پاس رکھ لیں۔ اور دوسری پڑتت آخیر مئی سنہ ۱۹۴۰ء تک دفتر ہذا میں بھجوا دیں۔ تا مرکز میں بھی ہر ایک شخص کا علیحدہ کھاتہ کھولا جا سکے۔ اور چندہ خاص کی جو رقم بھیجی جاوے۔ اسکی تفصیل اسم وار بھی ساتھ بھیجی جایا کرے۔ تا مرکزی کھاتہ میں نام بنام اندراج ہو تا رہے۔

زمینداروں سے چندہ خاص کی وصولی

زمینداروں سے بھی اس چندہ کی وصولی حتی الوسع تمام کی تمام فصل ربیع پر ہی ہو جانی چاہیئے۔ اگر کوئی صاحب فصل ربیع تمام رقم چندہ خاص کی ادا نہ کر سکیں۔ تو بقیہ رقم فصل خریف پر وصول کر لی جاوے۔ پس میں امید کرتا ہوں۔ کہ احباب و عہدہ داران جماعت اور نمائندگان مجلس مشاورت اس چندہ کی ادائیگی اور فراہمی کے متعلق اپنی ذمہ واری کا عملی ثبوت دے کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(ناظر بیت المال)

ایک نہایت ضروری

دعا کی درخواست

حضرت میر محمد اسحاق صاحب جماعت کے ان بزرگوں میں سے ہیں۔ جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ اور جن کا وجود نہایت ہی مفید ہے۔ آج کل بعض جسمانی عوارض آپ کو لاحق ہو چکے ہیں۔ ان کا ذکر آپ نے ایسے دردناک پیرایہ میں کیا ہے۔ جو ہر اس شخص کو بے چین کر دیگا۔ جو آپ سے متعارف ہے۔ چنانچہ میر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"مجلس مشاورت کے دوسرے تیسرے روز ایک دن آدھی رات کو جب میں اٹھا۔ تو میرے ناک کے دائیں نتھنے سے ایک قطرہ شفاف پانی کا خود بخود نکل کر گرا۔ صبح اٹھنے پر یہ بیماری علی التواتر جاری ہو گئی۔ اور آج تک پوری شدت سے جاری ہے۔ کہ دائیں نتھنے سے قریباً ہر وقت شفاف پانی کے قطرات جن میں زکام یا بلغم کا قطعاً کوئی مادہ نہیں ہوتا۔ ٹپکتے رہتے ہیں۔ معالج میرے بڑے بھائی صاحب حضرت میر محمد اسماعیل صاحب ہیں۔ روزانہ جلاب دیا جاتا ہے۔ ناک میں ڈالنے کی دوائیں استعمال کی جاتی ہیں۔ بورک لوشن سے ناک دھلایا جاتا ہے مختلف مکسچر بلاڈونا وغیرہ کے استعمال کرائے گئے ہیں۔ مقوی ادویہ دی جاتی ہیں۔ غذائیں بھی مقوی دماغ دی جاتی ہیں۔ مگر دو ماہ ہوئے۔ کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ ناک سے آنے والے پانی کو کئی مرتبہ پھاڑ کر دیکھا گیا۔ اس میں بلغم کا مادہ نہیں۔ بلکہ شوگر پائی گئی۔ حضرت بھائی صاحب کا خیال ہے۔ کہ دماغ پر کثرت محنت اور کار کا ایسا اثر پڑا ہے۔ کہ دماغ کے بھیجے کے ارد گرد جو پانی ہوتا ہے۔ وہ رس رس کر نکلتا ہے۔ نماز کے لئے رکوع یا سجدہ میں سر جھکاتے ہی قطرے ٹپ ٹپ گرنے لگتے ہیں۔ سر نہ جھکایا جائے۔ تو حلق کی طرف گرتے ہیں۔ غرض ہر وقت یہ سلسلہ جاری ہے۔ مدرسہ احمدیہ لنگر خانہ۔ قضا اور دیگر سب کام عملاً چھڑا دیئے گئے ہیں۔ درس بھی بند ہے۔ ڈاکٹری حکم ہے۔ کہ چوبیس گھنٹہ بستر پر پڑے رہو۔ سر کھو کھلا ہو گیا ہے۔ نظر جلدی جلدی کمزور ہو رہی ہے۔ سر میں درد جسے پنجابی میں سیل پڑنا کہتے ہیں۔ شروع ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا کون انکار کر سکتا ہے؟

انه لا ییئس من روح الله الا القوم الکافرون

مگر بظاہر حالات مجھ پر یہ اثر ہے۔ کہ اب وہیں جانے کا وقت آگیا ہے۔ جو ہم سب کے لئے ازل سے مقدر ہے۔ ہر شخص پر عمر میں ایک ایسا وقت آتا ہے۔ کہ ٹپکتی چھت کی طرح کبھی ادھر اور کبھی اُدھر۔ کبھی یہاں اور کبھی وہاں برتن رکھنے پڑتے ہیں۔ پس میرے قویٰ کے لحاظ سے اب ایسا وقت آگیا ہے۔ کہ دماغ درست ہوا تو آنکھیں خراب ہیں۔ آنکھیں اچھی ہوئیں۔ تو معدہ خراب ہے۔ اس کا علاج کیا۔ تو جگر خراب ہو گیا۔ اس کو دوا سے تقویت دی۔ تو گردہ کا فعل بگڑ گیا۔ میں اپنے مُنہ سے کیا کہوں۔ ڈاکٹر صاحب کا فتویٰ ہے۔ کہ یہ نقائص کثرت کار اور کثرت محنت کا نتیجہ ہیں۔ بالآخر اب میں لاہور کسی سپیشلسٹ کے پاس معائنہ کے لئے جا رہا ہوں اور یہ ساری آپ بیتی اس لئے لکھی ہے۔ کہ دوست مجھے ایک تحفہ دیں۔ اور وہ دردِ دل کی دعا کا تحفہ ہے۔ اور وہ دعا یہ ہو۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے صحت کلی عطا فرمائے۔ اور مجھے مزید مگر ایسی عمر عطا فرمائے۔ کہ میری زندگی کا ہر لمحہ لوگوں کو قرآن۔ حدیث۔ اسلام۔ احمدیت اور اخلاق حسنہ سکھانے میں اور غربا ر یتامیٰ۔ بیوگان اور مصیبت زدہ لوگوں کو آرام پہنچانے میں صرف ہو۔ اور یہ سب کام میں محض اور محض ایک وجود کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کروں۔ اور اسکی رضاجوئی کے سوا اور کوئی بات میرے مدِ نظر نہ ہو۔ اور وہ وجود وہی ہے۔ جس نے پیدا کیا۔ اور جو مجھے ایک دفعہ ضرور موت کا مزہ چکھائے گا۔" سید محمد اسحاق۔

دنیائے طب کی نیرنگیاں

اللہ تعالےٰ نے مختلف انسانوں میں طبی لحاظ سے مختلف مزاج رکھے ہیں۔ بعض لوگ محرور المزاج ہوتے ہیں۔ بعض بارد مزاج۔ بعض سوداوی مزاج اور بعض دموی مزاج۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک دوائی اگر ایک شخص کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ تو دوسرے کو وہی دوائی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ میرے بیان کردہ اس اصل کی مثال ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

جوب مروارید جس کے اجزاء عنبر۔ موتی۔ کشتہ چاندی۔ کشتہ س۔ دھاتا۔ ورق طلاء بڑھ کا دودھ وغیرہ ہیں۔ اس کے متعلق صوبہ آسام سے ایک دوست جو سالہا سال سے ایک بیماری میں مبتلا تھے۔ دوران خط و کتابت میں لکھتے ہیں۔ مجھے آپ کی تشخیص پر پورا پورا الیقین اور اعتماد حاصل ہوا۔ کیونکہ میری بیماری کے علاج میں پہلے بھی دو حکیموں نے آپ کی تجویز کردہ دوا کی طرف اشارہ کیا تھا۔ آٹھ نو برس ہوئے۔ الہ آباد کے ایک نابینا نباض نے دیکھا۔ اس نے جیسا کہ آپ نے اب تشخیص فرمایا ہے۔ کہا۔ کہ آپ کا مزاج گرم ہے۔ پھر حکیم جمیل خاں صاحب دہلی سے خط و کتابت ہوئی۔ ان کی تشخیص بھی آپ کی تشخیص کے مطابق تھی۔ مروارید گولیوں سے میں فائدہ محسوس کرتا ہوں۔ میں اپنے بدن اور جسم کو ہلکا اور بآرام پاتا ہوں۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو اور گولیاں ارسال کریں۔

اسی دوائی کے متعلق ایک اور دوست ڈیرہ غازیخاں سے لکھتے ہیں۔ آپ کی جوب مروارید سے جو آپ نے بھیجی تھی۔ طاقت میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ لیکن مفرح ضرور ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک دوا نے دو اشخاص پر مختلف اثر ڈالا۔ میرا یہ کام ہے۔ کہ دوائی خالص اصلی اور اعلیٰ اجزاء سے تیار کر کے ارسال کروں۔ صحت اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ کیونکہ اوروں کو اس کے کاموں میں کوئی دخل نہیں۔ فہرست ادویہ مفت طلب فرمائیں۔

پروپرائٹر طبیہ عجائب گھر قادیان

نوٹ کرلیں

۱۴ر مئی کا پرچہ بوجہ میری عدم موجودگی کے شائع نہ ہوگا۔ انشاء اللہ ۲۱ر کا پرچہ میں آکر شائع کروں گا۔ دوست یاد رکھیں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴/۱۵ ماہ ہجرت ۱۳۱۹ ہش | نمبر ۱۷و۱۸

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ ماہ شہادت ۱۳۱۹ ہش

غیر مبایعین میں تبلیغ محبت اور نرمی سے کی جائے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ

(مرتبہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ایک تو مجھے آج نزلہ کی شکایت ہے۔ گلا خراب ہے۔ دوسرے لاؤڈ سپیکر کا آلہ بھی خراب ہو گیا ہے۔ لیکن میں جہاں تک ہو سکا۔ اپنے گلے پر زور ڈال کر کوشش کروں گا۔ کہ آواز دوستوں تک پہنچ جائے۔

میں نے گذشتہ دو خطبات میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ **غیر مبایعین میں تبلیغ** کے متعلق نئے سرے سے جدوجہد کریں۔ اور کوشش کریں۔ کہ ان میں سے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت مقدر کی ہو۔ ان کو ہدایت دے۔ کہ اس فتنہ کے زور کو توڑے۔ اور جو روحیں صحیح رستہ سے دور ہو کر بھٹک رہی ہیں۔ ان کو قبول حق کی توفیق ملے۔ میری اس تحریک کے مطابق بعض دوستوں نے مضامین لکھنے شروع کئے ہیں۔ یا ممکن ہے۔ وہ پہلے سے ہی لکھے ہوئے ہوں۔ جو اب شائع ہوئے ہوں۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں۔ کہ دوستوں میں اب زیادہ توجہ نظر آتی ہے۔ اور جن کو لکھنے کی توفیق اللہ تعالےٰ نے دی ہے۔ وہ مضامین لکھ رہے ہیں۔ اور غور و فکر کر رہے ہیں۔ لیکن ایک بات جس کی طرف میں جماعت کو پہلے بھی بارہا توجہ دلا چکا ہوں۔ اب پھر کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ محض فتح مومن کے لئے خوشی کا موجب نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ فتح خوشی کا موجب ہوتی ہے جس میں **خدا تعالےٰ کی خوشنودی** حاصل ہو۔ پس اگر ہم ان طریقوں کو استعمال میں لائیں۔ جن سے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہو۔ اور ان سے نتیجہ میں فتح حاصل ہو۔ تو یہ فتح بے شک خوشی کا موجب ہوگی۔ بلکہ ان طریقوں کو استعمال میں لاتے ہوئے اگر شکست بھی ہو جائے۔ تو وہ بھی خوشی کا ہی موجب ہوگی۔ بعض دفعہ ایسی شکست عظیم الشان کامیابیوں کا موجب ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ کا ایک ایسا واقعہ ہے۔ جسے خدا تعالےٰ نے قبول فرمایا۔ بلکہ وہ سلسلہ کی بنیاد کا محرک ہو گیا۔ آپؑ ایک مرتبہ جوانی کے ایام میں بٹالہ تشریف لے گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بعد میں **آپ کے مکفّر** بن گئے۔ نئے نئے حدیث کا علم پڑھ کر بٹالہ آئے تھے۔ اور نیا نیا جوش تھا۔ وہ ہر مجلس میں حنفیوں کو برا بھلا کہتے تھے۔ اور حنفیوں میں بھی ان کے مقابلہ کا بہت جوش تھا۔ مگر ان کا کوئی مولوی ان کے سامنے ٹھہرتا نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اتفاق سے بٹالہ تشریف لے گئے۔ تو ایک شخص نے ان سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کے لئے آپ کو مجبور کیا۔ اور کہا۔ کہ وہ کفر کی باتیں کرتے ہیں۔ اور اسلام کے خلاف عقائد رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا۔ چلو دیکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔ لوگ بہت جمع تھے۔ اور بڑا ہجوم ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مولوی محمد حسین صاحب آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا کیا دعویٰ ہے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ میرا دعویٰ یہ ہے۔ کہ سب سے مقدم قرآن کریم ہے۔ اور اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قول۔ اور اس کے مقابل پر ہم کسی اور انسان کے قول کو نہیں لے سکتے۔ آپ نے یہ بات سنکر فرمایا۔ کہ **آپ کی یہ بات تو معقول ہے** اس پر لوگوں نے شور مچا دیا۔ کہ ہار گئے۔ ہار گئے۔ جو لوگ آپ کو ساتھ لے گئے تھے۔ وہ بڑے غصہ میں آئے۔ کہ آپ نے ہم کو ذلیل کر دیا۔ مگر آپ نے کسی بات کی پروا نہ کی۔ اور فرمایا۔ کہ کیا میں یہ کہوں۔ کہ امت کے کسی فرد کا قول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول پر مقدم ہے۔ اور اس طرح خاص اللہ کے لئے بحث کو ترک کر دیا۔ رات کو خداوند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اسی ترک بحث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ "تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔ اور وہ تجھے بہت برکت دیگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے۔ جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ چونکہ آپ نے خالصًا **خدا اور اس کے رسول کے لئے انکسار اور تذلل** اختیار کیا۔ اس لئے اس محسن مطلق نے نہ چاہا۔ کہ آپ کے اس فعل کو بغیر اجر کے چھوڑے۔ (تذکرہ صـ ۹۳۸)

تو بعض اوقات شکست زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ اس فتح سے جس میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی نہ ہو۔ یہ بات میں نے پہلے بھی کئی بار کہی ہے۔ اور اب پھر اسے دہرا دیتا ہوں۔ کہ غیر مبایعین کے مقابلہ پر ایسے ذرائع اختیار کرو۔ جو خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کا موجب ہوں۔ میں نے بار بار سخت کلامی سے روکا ہے۔ مجھے **سخت کلامی** کبھی پسند نہیں۔ خواہ وہ میرے شدید سے شدید مخالف کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ بے شک بعض حقائق کے بیان کرنے میں بعض سخت الفاظ کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ جو دوسرے کے لئے ناگوار ہوتے ہیں۔ مگر ان کے بیان میں بھی جہاں تک ممکن ہو۔ سخت الفاظ سے بچنا چاہیئے۔ اور ایسے رنگ میں بات کو بیان نہ کیا جائے۔ کہ دوسرا سمجھے۔ کہ اس کے دل میں غصہ اور بغض ہے۔ جو یہ نکال رہا ہے۔ ایک ہی بات کو سخت الفاظ میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی کو نرم الفاظ میں بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام **ایک واقعہ** سنایا کرتے تھے۔ لاہور میں ایک خاندان فقیروں کا مشہور ہے۔ ہمارے خاندان کے ساتھ ان کے تعلقات پرانے چلے آتے ہیں۔ ہمارے بڑے بھائی خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اور اس خاندان کے آخری رئیس بھائی بھائی بنے ہوئے تھے۔ ان کے دادا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وزیر تھے۔ اور وہ بہت بلند پایہ طبیب تھے۔ اور اس وجہ سے بہت اثر رکھتے تھے۔ گو اس زمانہ میں **مسلمانوں کی حالت** اچھی نہ تھی۔ مگر انہیں طب کی وجہ سے اور ذاتی قابلیت کے باعث بہت رسوخ حاصل تھا۔ مسلمانوں کو اس زمانہ میں چونکہ مصائب کا شکار ہونا پڑتا تھا۔ اس لئے جس کسی کو کوئی مصیبت پیش آتی۔ ان کے پاس امداد کے لئے پہنچ جاتا تھا۔ اور آپ ہر ایک کی کچھ نہ کچھ مدد کر دیتے۔ اور جو تھوڑی بہت رقم ممکن ہوتی دے دیتے۔ اس زمانہ میں پیسہ کی بہت قیمت تھی۔ روپیہ کا دس دس من غلہ ملتا تھا۔ ایک دفعہ ان کے پاس کوئی محتاج آیا۔ وہ بیٹھے کام کر رہے تھے۔ اور اپنے نوکر سے کہہ دیا۔ کہ میاں اسے آٹھ آنے کے پیسے دے دو۔ نوکر نے دیئے۔ تو اس نے شور مچا دیا۔ کہ اتنے بڑے آدمی ہو کر آپ مجھے صرف آٹھ آنے دیتے ہیں۔ حالانکہ اس **زمانہ کے حالات کے لحاظ سے** یہ بھی کافی تھے۔ روپیہ مہنگا تھا۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ وزیر کی تنخواہ بھی اس وقت دو تین سو روپیہ ہی ہوتی ہوگی۔ مگر باوجود اس کے وہ مخیر آدمی تھے۔ اور جو حاجتمند آتا۔ جو کچھ ممکن ہوتا۔ اسے دے دیتے۔ مگر اس محتاج نے شور مچا دیا۔ اور کام کرنا مشکل کر دیا۔ آپ نے اسے بہت سمجھایا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اور کام میں حرج کرنے لگا۔ آخر مجبور ہو کر آپ نے نوکر سے کہا۔ کہ اسے **پولے پولے (نرم نرم) دھکے مار کر** باہر نکال دو۔ گو وہ مجبور ہو گئے۔ کہ دھکے مار کر اسے نکالیں۔ مگر شرافت کی وجہ سے پولے پولے دھکے مارنے کی ہدایت بھی ساتھ ہی کر دی۔ تو اگر انسان نرمی اور محبت کو اپنا شعار بنا لے۔ تو لڑائی میں بھی ایسے الفاظ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ کہ جو سخت نہ ہوں۔ جس طرح فقیر صاحب کی مثال میں نے دی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ سخت کلامی اخلاص پر دلالت نہیں کرتی۔ اسکی ایک تازہ مثال آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ یعنی میاں فخر الدین ملتانی کی۔ ان کی ٹھوکر کا موجب ہی ان کی یہ سخت کلامی ہوئی۔ وہ ہمیشہ **پیغامیوں کے خلاف سخت مضامین لکھا کرتے** تھے۔ میں نے ڈانٹا کہ یہ طریق مجھے پسند نہیں۔ کہ مضامین میں گالیاں دی جائیں۔ خواہ وہ میرے شدید مخالفوں کو ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ بات ان کو بری لگی۔ کہ میں تو ان کے لئے قربانی کرتا ہوں۔ **ان کے مخالفوں کا مقابلہ** کرتا ہوں۔ اور یہ ناراض ہوتے ہیں۔ انہوں نے پھر ویسا ہی مضمون لکھا۔ اور میں نے پھر ڈانٹا۔ اور ان کو پھر برا لگا۔ دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ آخر میں نے ان کو کہا۔ کہ اگر پھر ایسا مضمون لکھا۔ تو سزا دوں گا۔ اس پر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ یہاں کام کرنے والوں کی کوئی قدر نہیں۔ ان کے نزدیک قدر کے یہی معنے تھے۔ کہ میں خدا رسولؐ اسلام اور اخلاق کی کوئی پروا نہ کروں۔ اور اس پر خوش ہو جاتا۔ کہ یہ شخص میری مدد کرتا ہے۔ حالانکہ **اصل چیز تو خدا تعالےٰ کی خوشنودی**

ہے۔ اور میں تو خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں۔ اگر وہی ناراض ہو۔ کہ میں نے گالیاں دلوائیں۔ تو میں فخر الدین صاحب کی امداد کو کیا کرتا۔ اس بات سے ان کو ٹھوکر لگ گئی۔ اور یہی سخت کلامی ابتلاء کا موجب ہو گئی۔ چنانچہ بعد میں جب ان کے بیان لئے گئے۔ تو یہی معلوم ہوا۔ کہ اصل ٹھوکر کا موجب یہی بات ہوئی ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ جب مجھے معلوم ہوا۔ کہ حضرت صاحب ناراض ہیں۔ تو میں نے دو تین بار یہ دریافت کروایا۔ کہ ناراضگی کا باعث کیا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ میرے جو مضامین فاروق میں شائع ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ناراض ہیں۔ اور بھی کئی شخص میں نے دیکھے ہیں۔ کہ جن کو اسی بات سے ٹھوکر لگی۔ کہ وہ سمجھتے۔ ہم تائید کر رہے ہیں۔ اور میں ایسے ناپسند کرتا۔ ایسی تائید جو غلط طریق سے ہو۔ وہ مجھے کبھی پسند نہیں آئی۔ اور میں کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس رنگ میں میری مدد کی جائے۔ اور کوئی انسان مدد کر بھی کیا سکتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ اصل جواب دہی تو خدا تعالیٰ کے سامنے کرنی ہوتی ہے۔ اگر

اسلام۔ احمدیت اور اخلاق

جاتے رہیں۔ تو خواہ کروڑوں مضامین لکھے جائیں۔ ان کی قیمت اتنی بھی نہیں۔ جتنی ان کاغذوں کی جن پر وہ لکھے جاتے ہیں۔

پس میں دوستوں کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ جو مضمون بھی لکھیں۔ نرمی اور محبت سے لکھیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ جہاں کوئی تلخ مضمون آئے گا۔ اسکی کچھ نہ کچھ تلخی تو باقی رہے گی۔ لیکن جہاں تک ہو سکے۔ الفاظ نرم استعمال کرنے چاہئیں۔ مثلاً کسی نے چوری کی ہو۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے فلاں چیز بلا اجازت اٹھائی ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے۔ کہ وہ چور ہے۔ تو اس بات میں تلخی ضرور پیدا ہو جائیگی۔ اسلئے ایسی بات کو بھی نرم الفاظ میں ادا کرنا چاہیئے۔

میں مانتا ہوں۔ کہ پیغامیوں کی طرف سے ہمیشہ سختی کی جاتی ہے۔ اسلئے بعض دوست جواب میں سختی سے کام لیتے ہیں۔ مگر مجھے

یہ طریق سخت ناپسند

ہے۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے۔ کہ شدید سے شدید دشمن کے متعلق بھی سخت کلامی مجھے پسند نہیں۔ میرے نزدیک مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے اشد ترین دشمن ہیں۔ مگر میں نے کئی بار دل میں غور کیا ہے۔ ان کے متعلق بھی اپنے دل میں کبھی بغض نہیں پایا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ اگر کسی دشمن کے متعلق دل میں بغض رکھا جائے۔ تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ میرا دل کالا ہو۔ ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اگر کسی کو سزا دینی ہے تو اس نے۔ اور اگر کسی کو بخشنا ہے تو اس نے۔ میں کیوں اپنے دل میں بغض رکھ کر اسے سیاہ کروں پس دل میں بغض اور کینہ رکھ کر کام نہ کرو۔ بلکہ محبت و اخلاص رکھ کر کرو۔

جوش اور اخلاص

کے ساتھ ضروری نہیں کہ کینہ شامل ہو۔ خدا تعالیٰ سے زیادہ صداقت کے لئے کس کو جوش ہو سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے زیادہ جوش کسے ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ کسے ہو سکتا ہے۔ مگر دیکھ لو۔ انہوں نے سختی سے کام نہیں لیا۔ وہ سوائے اس کے کہ جہاں مجبور ہیں۔ کہ صداقت کو بیان کریں۔ کبھی سختی سے کام نہیں لیتے۔ بعض لوگ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حوالہ

دے دیتے ہیں۔ کہ آپ نے فلاں جگہ یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے۔ کہ آپ کی ایک پوزیشن مجسٹریٹ کی ہے۔ مجسٹریٹ کو مجبوراً اپنے فیصلہ میں بعض الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً جب اس کے سامنے کسی چور کا مقدمہ پیش ہو۔ تو اسے سزا دیتے وقت اسے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ تم نے چوری کی ہے۔ اسلئے میں تمہیں چھ ماہ قید کی سزا دیتا ہوں۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ چونکہ تم نے دو رکعت نماز ادا کی ہے۔ اسلئے چھ ماہ قید کی سزا دیتا ہوں۔ اسے مجبوراً چور کا لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ مجسٹریٹ نہ ہوتا۔ تو ممکن ہے۔ وہ چور کا لفظ استعمال نہ کرتا۔ مگر چونکہ سرکاری قانون چوری کی سزا مقرر کرتا ہے۔ اسلئے اسے یہ لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم تھے۔ اسلئے بعض دفعہ آپ نے بعض موقعوں پر بعض لوگوں کی حقیقت بیان کرنے کے لئے مجبوراً بعض الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مگر وہ

مجسٹریٹ کی حیثیت سے

کئے ہیں۔ اور چونکہ ہماری یہ پوزیشن نہیں۔ اسلئے ہمیں ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ ہمارے لئے ان الفاظ کا استعمال اسوہ نہیں ہے۔ ہمارے لئے اسوہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ نے ذاتی حیثیت سے جو جواب دیئے ہیں۔ وہ ایسے نرم ہیں۔ کہ پڑھنے والے کے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح

قرآن مجید کے بعض الفاظ

کو سخت کلامی کی تائید میں پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ وہ بھی حقیقت کے بیان کے طور پر ہیں۔ اور پھر بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ بعض الفاظ دوسرے کلام سے مل کر نرم ہوتے ہیں۔ اور اگر دوسرے کلام سے علیٰحدہ کر کے دیکھا جائے۔ تو سخت معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تم ابراہیم کے فرزند نہیں ہو۔ بلکہ تمہارا باپ ابلیس ہے۔ اب یہ سخت لفظ ہے۔ لیکن اس کے

استعمال کی وجہ

یہ تھی۔ کہ آپ کے متعلق یہود نے بعض ایسے الفاظ استعمال کئے تھے۔ کہ یہ خدا تعالیٰ کے مقبول بندے نہیں۔ اور کہا تھا۔ کہ تو سامری ہے۔ اور تجھ میں بد روح ہے۔ آپ نے ان کو جواب دینا تھا۔ اور بتانا تھا۔ کہ میں جو تعلیم لایا ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ شیطان کی طرف سے نہیں۔ آپ نے ان کے جواب میں اس مثال کو دہرانا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ کہ

"اگر خدا تمہارا باپ ہوتا۔ تو تم مجھ سے محبت رکھتے۔ اس لئے کہ میں خدا سے نکلا۔ اور آیا ہوں۔ کیونکہ میں آپ سے نہیں آیا۔ بلکہ اسی نے مجھے بھیجا۔ تم میری باتیں کیوں نہیں سمجھتے۔ اسلئے کہ میرا کلام سن نہیں سکتے۔ تم اپنے باپ ابلیس سے ہو۔ اور اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو۔"

(یوحنا باب ۸ آیت ۴۲ تا ۵۱)

اب اگر اس سارے واقعہ کو علیٰحدہ کر کے صرف اسی کو لے لیا جائے۔ کہ تم اپنے باپ ابلیس سے ہو۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گالی دی ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں۔ تو بعض دفعہ کوئی لفظ اگر الگ کر کے دیکھا جائے۔ تو وہ سخت معلوم ہوتا ہے۔ مگر اپنی جگہ پر وہ سخت نہیں ہوتا۔ پس دوستوں کو چاہیئے۔ کہ

ہمیشہ نرم الفاظ استعمال

کیا کریں۔ بے شک ان کی سخت کلامی کو دیکھ کر طبیعت میں غصہ آجاتا ہے۔ مگر اس غصہ کے نکالنے کی میں ایک اور ترکیب بتا دیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بجائے ان کو گالیاں دینے کے ان کی دی ہوئی گالیوں کو جمع کر دیا جائے۔ اور پھر ان کو شائع کر دیا جائے۔ یہ بہت مؤثر طریق ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ سخت کلامی کرتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہتے رہتے ہیں۔ کہ مبائعین سختی کرتے ہیں۔ اسلئے جس دوست کے دل میں ان کی سخت کلامی کی وجہ سے غصہ پیدا ہو۔ وہ بجائے جواب میں سختی کرنے کے

ان کی گالیوں کو جمع کر دے

ان کے مضامین اور کتابوں میں کافی گالیاں ہمیں دی گئی ہیں۔ ایک دفعہ میں ڈلہوزی میں تھا۔ کہ مولوی غلام حسن خاں صاحب پشاوری۔ دلاور خاں صاحب جو صوبہ سرحد میں اسسٹنٹ کمشنر ہیں۔ اور سید عبد الجبار شاہ صاحب جو پہلے سوات کے بادشاہ تھے۔ مگر اب معزول ہیں۔ تینوں یا ان میں سے کوئی دو وہاں میرے پاس پہنچے۔ یہ تینوں اس زمانہ میں پیغامی تھے۔ اور اب ان میں سے دو تو بیعت کر چکے ہیں۔ اور تیسرے یعنی عبد الجبار شاہ صاحب کسی کی طرف بھی نہیں۔ گو پیغامی ان کو اپنی طرف ظاہر کرتے ہیں۔ بہرحال وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہیں۔ یہ لوگ میرے پاس آئے اور بیان کیا۔ کہ ہم چاہتے ہیں۔ کہ صلح ہو جائے۔ میں نے کہا صلح سے بہتر کیا چیز ہے۔ مجھے منظور ہے۔ آپ صلح کی تجاویز پیش کریں۔ انہوں نے غور و فکر کے بعد کہا۔ کہ فی الحال اور صلح تو ممکن نہیں۔ یہ ممکن ہے۔ کہ ایک دوسرے کو بُرا بھلا نہ کہا جائے۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا۔ یہ لوگ مولوی محمد علی صاحب کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب بھی ڈلہوزی میں ہی تھے۔ آخر فیصلہ ہوا۔ کہ ایک دوسرے کو

بُرا بھلا نہ کہنے کے متعلق سمجھوتہ

ہو جائے۔ چنانچہ سمجھوتہ ہوا۔ اور لکھا گیا۔ اس کے بعد میں نے مولوی محمد علی صاحب کی دعوت کی۔ اور مولوی صاحب نے میری کی۔ اور فیصلہ ہو گیا۔ کہ اخباروں کو روک دیا جائے۔ کہ ایک دوسرے کو بُرا بھلا نہ کہیں۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد پیغام صلح میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک مضمون نکلا۔ جو بہت سخت تھا۔ اس پر میں نے ان صلح کرانے والوں کو توجہ دلائی۔ اور مجھے سید عبد الجبار صاحب کا خط آیا۔ کہ میں نے مولوی غلام حسن خاں صاحب سے بات چیت کی ہے۔ اور ہم دونوں کی یہی رائے ہے۔ کہ

پیغام صلح نے زیادتی کی

ہے۔ اور معاہدہ کو توڑا ہے۔ دلاور خاں صاحب تو جلد ہی بعد میں بیعت میں شامل ہو گئے۔ اور مولوی غلام حسن خاں صاحب نے اب بیعت کر لی ہے۔ سید عبد الجبار شاہ صاحب نے دو کشتیوں میں پیر رکھے ہیں۔ یہ میری رائے ظاہری لحاظ سے ہے۔ دل کا حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اسی ضمن میں مجھے ایک لطیفہ بھی یاد آگیا۔ دلاور خاں صاحب سر عبد القیوم صاحب کے جو صوبہ سرحد میں پہلے وزیر اعظم تھے۔ اب فوت ہو چکے ہیں۔ داماد ہیں۔ دراصل وہ ان کی بہن کے داماد ہیں۔ مگر چونکہ بہن کی اولاد کو سر موصوف نے ہی اپنے طور پر پالا تھا۔ اس لئے سر موصوف دلاور خاں صاحب کو اپنی اولاد ہی کی طرح چاہتے تھے۔ وہ وائسرائے کی کونسل کے ممبر تھے۔ اور اس سلسلہ میں شملہ آئے ہوئے تھے۔ کہ میری ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ایک چچا زاد بھائی بھی احمدی ہیں۔ بھائی سے تو ان کو کچھ رقابت تھی۔ مگر خانصاحب سے محبت تھی۔ میں اسمبلی دیکھنے

گیا۔ تو وہ وہاں مجھے ملے۔ اور کہنے لگے۔ کہ میرا بھائی آپ کا غالی مرید ہے۔ بات کرتے وقت اتنا جوش میں آجاتا ہے۔ کہ اسے سمجھ نہیں رہتی۔ دلیل کیا ہوتی ہے۔ دلاور خاں سے اسکی بحث ہوئی۔ دلاور خاں تو ٹھنڈی باتیں کرتے رہے۔ مگر اسے طیش آگیا۔ در اصل اپنے بھائی کے متعلق ان کا جو خیال پہلے سے تھا۔ اس رائے میں بھی وہ غالب تھا۔ اس وقت اسمبلی کے بعض اور ممبر بھی کھڑے تھے۔ اور وہ اس رنگ میں بات کر رہے تھے۔ کہ گویا آپ کے مرید کو شکست ہوئی۔ مگر مجھے خدا تعالیٰ نے شرمندگی سے بچانا تھا۔ میرے پاس ایک ہی دن پہلے

دلاور خاں صاحب کا بیعت کا خط

آچکا تھا۔ میں نے کہا۔ سر عبد القیوم صاحب! بے شک آپ کے خیال میں ہمارے آدمی کو شکست ہوئی۔ مگر دیکھنا تو نتائج کو چاہیئے۔ دلاور خاں صاحب کا بیعت کا خط کل مجھے مل چکا ہے۔ یہ بات سنکر وہ کہنے لگے۔ کہ اچھا۔ اب اسمبلی کا اجلاس ہونے والا ہے۔ میں پھر آپ سے بات کروں گا۔ تو

فتح کے سامان

ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ ڈلہوزی میں جو صلح ہوئی تھی۔ میں نے اسکی پابندی کی۔ اور نرمی سے کام لیا۔ مگر پیغامیوں نے اسکی پروا نہ کرتے ہوئے پھر سخت کلامی شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ صلح کرانے والوں میں سے دو آدمی اس وقت تک بیعت میں شامل ہو چکے ہیں۔ سید عبد الجبار صاحب پر بھی حجت تو پوری ہو چکی ہے۔ مگر ابھی تک انہوں نے بیعت نہیں کی۔ ان کو اپنی بہن پر بڑا اعتقاد ہے۔ اور ان کی بہن کو اپنی خوابوں پر بڑا اعتقاد ہے۔ اور ان کا خیال ہے۔ کہ ان کے پاس جنّ آتے ہیں اور باتیں وغیرہ کرتے ہیں۔ اور وہ کہتی ہیں۔ کہ جو جنّ آتے ہیں۔ وہ میری ہی بیعت کرتے ہیں۔ اور سیّد صاحب ہنس کر کہا کرتے ہیں۔ کہ جنّ تو آپ کی بیعت ہی کرتے ہیں۔ وہ جن ہیں یا فرشتے جو بھی ہیں۔ بہرحال ان کا میری بیعت کرنا

ان کے لئے حجت

ہے۔ مگر انہوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی۔ پس ہمیشہ نرمی سے کام لو۔ اور محبت دکھاؤ۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ یہ دیو دعاؤں اور روزوں سے نکلا کرتے ہیں۔ دیو سے مراد تعصب ہے۔ اور روزہ بھی در اصل دعا کا ہی حصہ ہے۔ کیونکہ روزہ سے دعا میں طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اور روزہ دعا کو زبردست کر دیتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی بتایا ہے۔ کہ روزہ کے ایام میں جو دعائیں کی جائیں۔ وہ قبول ہوتی ہیں۔ پس میں

دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ اس کام کو اختیار کرتے وقت تقویٰ اور خشیت الٰہی سے کام لیں۔ فتح وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے۔ اور جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو۔ جس فتح میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہ ہو۔ اس سے شکست بہتر ہے۔ جو اسکی رضا کے ماتحت ہو۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کا جو امرتسر کے غزنوی خاندان کے مورث تھے۔

ایک واقعہ

سنایا کرتے تھے۔ وہ اہلحدیث تھے۔ حنفیوں کے بھی ایک بڑے مولوی امرتسر میں تھے۔ لوگ ان کو مولوی عبد اللہ صاحب کے پاس بحث کے لئے لے گئے۔ اور جا کر کہا۔ کہ یہ آپ سے سوال کریں گے۔ آپ جواب دیں۔ مولوی عبد اللہ صاحب نے کہا۔ کہ

اگر نیت بخیر باشد

حنفی مولوی بھی نیک آدمی تھے۔ مولویانہ رنگ میں لوگوں کے ساتھ چلے گئے تھے۔ یہ فقرہ سُنکر ان پر اتنا اثر ہؤا۔ کہ کہنے لگے۔ میں ان سے بحث نہیں کرتا۔ بحث نیت خیر کہاں رہنے دیتی ہے۔ تو ان کے اس نیک نیتی کے فقرہ کا ایسا اثر ہؤا۔ کہ دوسرے نے بحث سے ہی انکار کر دیا۔

پس آپ لوگ بھی تقوےٰ سے کام لیں۔ اور کوشش کریں۔ کہ جو فتح حاصل ہو۔ وہ ہماری نہ ہو۔ بلکہ اللہ تعالےٰ اسے اپنی فتح قرار دے۔ ایسی فتح جسے خدا تعالےٰ پھینک دے۔ اور کہے۔ کہ یہ میری فتح نہیں۔ بلکہ شیطان کی ہے۔ کسی کام کی نہیں۔ پس ایسے ذرائع استعمال [illegible] کہ ان کے نتیجہ میں جو فتح ہو۔ وہ خدا تعالیٰ کی ہو۔ اور اسکی خوشنودی کا موجب ہو۔ اگر کبھی سختی بھی کرنی پڑے۔ اور کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو۔ کہ اس میں حقیقت کا اظہار مخالف کو ناگوار ہونا لازمی ہو۔ تو بھی الفاظ ایسے استعمال کرو۔ جو کم سے کم بُرے لگیں۔

بعض مسائل ایسے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا ہے۔ میں نے بھی جب کبھی ان کو بیان کیا۔ پیغامیوں نے شور مچایا ہے۔ کہ ہمیں گالیاں دی گئی ہیں۔ ایک بات وہی ہے۔ جو میں نے گذشتہ خطبہ میں بیان کی تھی کہ مولوی محمد علی صاحب

صدر انجمن سے تنخواہ لے کر قرآن کریم کا ترجمہ

کرتے رہے۔ انجمن کے خرچ پر پہاڑ پر جاتے رہے۔ مگر یہاں سے جاتے ہوئے اس ترجمہ کو ساتھ لے گئے اور اب اسکی فروخت پر حق ملکیت بھی لے رہے ہیں۔ بلکہ میں نے سُنا ہے۔ کہ اپنے بعد اس حق کی وصیت اپنی بیوی بچوں کے نام کر دی ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ اسے کتنے ہی نرم الفاظ میں بیان کیا جائے۔ بہرحال ان کو بُری لگے گی۔ مگر ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ زیادہ سے زیادہ نرم الفاظ میں اسے بیان کریں۔ ابھی

ایک غیر مبائع دوست

کی طرف سے مجھے شکایت آئی ہے۔ کہ مولوی ابو العطاء صاحب نے ہم پر بہت سختی کی ہے۔ ابھی مجھے یہ تو پتہ نہیں لگا۔ کہ کیا سختی کی ہے۔ انہوں نے تین چار باتیں لکھی ہیں۔ جو مولوی صاحب نے ان سے کہیں۔ اور میں نے دریافت کرایا ہے۔ کہ ان میں سے کونسی بات کرنے میں مولوی صاحب نے سختی سے کام لیا۔ مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ بعض باتیں ہی ایسی ہیں۔ کہ ان کو بیان کیا جائے۔ تو سختی معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً یہی کہ یہ لوگ کہتے ہیں۔ غیر احمدیوں کو لڑکیاں دینی جائز ہیں۔ اس پر اگر سوال کیا جائے۔ کہ آپ میں سے کس کس نے لڑکیاں غیر احمدیوں کو دی ہیں۔ تو یہ ان کو بُری لگتی ہے۔ مگر ہم یہ اسلیئے کہتے ہیں۔ کہ ان کا نہ دینا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ وہ

عقیدۃً ہم سے متفق

ہیں۔ صرف مصلحتًا یہ بات کہتے ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے۔ کہ اگر وہ دل میں بھی اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ تو اس پر عمل نہیں کرتے۔ جبکہ بات یہ ہے۔ کہ جیسے لڑکے احمدیوں میں ان کو مل سکتے ہیں۔ ویسے ہی بلکہ ان سے اچھے دنیوی لحاظ سے غیر احمدیوں میں بھی مل سکتے ہیں۔ اگر تو کسی امیر سے کہا جائے۔ کہ اپنی لڑکی کا رشتہ کسی فقیر کو دے دو۔ تو وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ میری لڑکی کو جیسی عادتیں ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی فقیر کے ہاں اس کا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ یا کسی تعلیم یافتہ لڑکی کا گذارہ جاہل خاندان میں مشکل ہے۔ مگر یہ باتیں ایسی ہیں۔ کہ ان کے لحاظ سے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں فرق نہیں۔ اگر ایک احمدی سیّد ہے۔ تو غیر احمدی بھی ہے۔ اگر ایک احمدی سیّد امیر ہے تو غیر احمدی سید بھی امیر ہے۔ اگر ایک احمدی سیّد امیر تعلیم یافتہ ہے۔ تو غیر احمدی بھی سید امیر اور تعلیم یافتہ مل سکتا ہے۔ اگر کوئی احمدی سید۔ امیر تعلیم یافتہ اچھے اخلاق اور عمدہ آداب والا ہے۔ تو غیر احمدی بھی ایسا مل سکتا ہے۔ وہاں

کفو کا کوئی سوال

نہیں۔ جس پر اعتراض ہو سکے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جب اچھے سے اچھا سیّد غیر احمدیوں میں بھی مل سکتا ہے۔ تو جو لوگ ان کو لڑکی دینا جائز سمجھتے ہیں۔ وہ دیتے کیوں نہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ ان کے دل یہی مانتے ہیں۔ کہ جائز نہیں۔ صرف غیر احمدیوں کو خوش کرنے اور ان سے چندے لینے کے لئے یہ کہتے ہیں۔ یہ بات ایسی ہے۔ کہ اگر کہی جائے۔ تو وہ ضرور چڑ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمیں گالیاں دیتے ہیں۔ حالانکہ جب یہ بات ان کے نزدیک جائز ہے۔ تو گالی کیسے ہو گئی۔ اس غیر مبائع نے لکھا ہے۔ کہ مولوی ابو العطاء صاحب نے گالیاں دیں۔ اور کہا۔ کہ تم غیر مبایعین یہ عقیدہ رکھتے ہو۔ کہ غیر مبایعین کو لڑکیاں دینی جائز ہیں۔ ممکن ہے۔ انہیں تم کا لفظ بُرا لگا ہو۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ یہ عقیدہ نہ رکھتے ہوں۔ اس لئے یہ بات بُری لگی ہو۔ اور پھر یہ بھی ممکن ہے۔ کہ مولوی صاحب نے کہا ہو۔ تم دیتے کیوں نہیں۔ اور یہ بات بُری لگی ہو۔ بہرحال میں نے دریافت کرایا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے کونسی گالی دی۔ بہرحال

بعض باتیں

ایسی ہیں۔ کہ جو بیان کی جائیں۔ تو ان کو بُری لگتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ جب وہ اس قسم کے ازدواج کو جائز سمجھتے ہیں۔ تو پھر لڑکیاں دیتے کیوں نہیں۔ جبکہ غیر احمدیوں میں بھی قوم تعلیم اور اخلاق کے لحاظ سے ایسے لڑکے مل سکتے ہیں۔ جیسے احمدیوں میں۔ اور ان کا ایسا نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ یا تو وہ دل میں اسے جائز نہیں سمجھتے۔ اور یا ان کے دماغ تو اسے جائز سمجھتے ہیں۔ مگر دل ڈرتے ہیں۔ کہ یہ

اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا موجب

ہوگا۔ اور یہ ایسی بات ہے۔ کہ جب بھی کی جائے ان کو بُری لگے گی۔ مگر مسئلہ کو سمجھانے کے لئے ہم بھی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ تاہم میں یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی ایسی بات کرنی بھی پڑے۔ تو نرم الفاظ میں کی جائے۔ پس میں جہاں یہ ہدایت کرتا ہوں۔ کہ غیر مبایعین کا مقابلہ پورے زور سے کیا جائے۔ وہاں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ایسا طریق اختیار کیا جائے۔ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب ہو۔ اور اسے ناراض کرنے والا نہ ہو۔ اور یہ بات کہہ کر میں خدا تعالیٰ کے حضور سبکدوش ہوتا ہوں۔ یہی طریق ہے۔ جس میں دین کی فتح ہو سکتی ہے۔ اور جس میں

خدا تعالےٰ کی خوشنودی

حاصل ہو سکتی ہے۔ ورنہ جس فتح میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی نہ ہو۔ اسکی طرف تو مومن کو نگاہ اٹھا کر بھی کبھی نہ دیکھنا چاہیئے۔

کمیوٹ شدہ زرِ پنشن آمد ہے

امسال مجلس مشاورت میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ جو دوست اپنی پنشن کمیوٹ (Commute) کرا کے یکمشت رقم وصول کر لیتے ہیں۔ تو ایسی رقم کو آمد سمجھا جاوے۔ اور اس پر چندہ ادا کرنا واجب ہوگا۔ جماعتہائے مقامی کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے تا وہ اس پر فوری عمل درآمد شروع کریں۔ (ناظر بیت المال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ ماہ شہادت ۱۳۱۹ھش
۲۶ اپریل ۱۹۴۰ء

اس وقت تبلیغ کا جہاد ہر مومن پر فرض ہے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں بیماری کی وجہ سے نہ تو زیادہ دیر کھڑا ہو سکتا ہوں۔ اور نہ ہی اونچا بول سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ آج لاؤڈ سپیکر بھی نہیں ہے۔ اور ابھی تک وہ درست ہو کر نہیں آسکا۔ کیونکہ اس کے بعض پرزے نہیں مل سکے۔ اس لئے دوستوں کو جس حد تک میری آواز پہنچ سکے۔ اسی حد تک انہیں اکتفا کرنا پڑے گا۔

میں نے جماعت کو تحریک جدید کے ماتحت ایک یہ بھی تحریک کی تھی۔ کہ دوست اپنی زندگیاں **تبلیغ اسلام کے لئے وقف** کریں۔ خواہ یہ وقف چند ہفتوں کے لئے ہو۔ یا چند مہینوں کے لئے۔ اور ساری کی ساری جماعت ایک قانون اور نظام کے ماتحت تبلیغ احمدیت میں مصروف ہو جائے۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت تک جماعت نے اس ہدایت پر پورے طور پر عمل نہیں کیا۔ اور شاید ابھی سو میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں۔ جس نے اس کے مطابق عمل کیا ہو۔ حالانکہ انسان کے ایمان کی آزمائش سب سے زیادہ **جہاد فی سبیل اللہ** میں ہوتی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے۔ کہ جہاد فی سبیل اللہ دو طرح ہوتا ہے۔ کبھی تلوار کے ذریعہ سے اور کبھی تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے ذریعہ سے۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ وہ حالات موجود نہیں۔ جن میں **تلوار کا جہاد** ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے اب تلوار کے جہاد کا وقت نہیں۔ بلکہ **تبلیغ اسلام کے جہاد کا وقت** ہے۔ مگر ہماری جماعت نے ایک طرف تو یہ کہہ دیا۔ اور کسی نے اپنے پاس سے نہیں کہا۔ بلکہ خدا اور اس کے رسول کے حکم کے ماتحت کہا۔ کہ وہ جہاد جو تلوار کا تھا۔ اس زمانہ میں منسوخ ہو چکا ہے۔ گویا اس جہاد سے ہم اسی طرح سبکدوش ہو گئے ہیں۔ کہ خدا اور اس کے رسول نے اس زمانہ میں یہ جہاد منسوخ کر دیا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں وہ حالات موجود نہیں۔ جن حالات کے ماتحت تلوار کا جہاد مومنوں پر فرض ہوا کرتا ہے۔ جب دوبارہ وہ حالات پیدا ہو گئے۔ تو پھر نئے سرے سے یہ جہاد مسلمانوں پر فرض ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے۔ جسے عارضی طور پر ملتوی تو کیا جا سکتا ہے۔ اور ایک زمانہ کے لئے وہ **خدا اور اسکے رسول کے احکام** کے ماتحت منسوخ تو ہو سکتا ہے۔ مگر کلی طور پر نہیں مٹ سکتا۔ کیونکہ قرآن کریم کی کوئی تعلیم ایسی نہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے متروک اور ناقابل عمل قرار دی جا سکے۔

قرآن کریم نے ہمیں جس قدر تعلیمیں دی ہیں۔ وہ **دو قسم کی** ہیں۔ بعض تعلیمیں تو ایسی ہیں۔ جو ہر زمانہ میں قائم رہتی ہیں۔ اور بعض تعلیمیں ایسی ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً جاری ہوتی ہیں۔ یہ تعلیم بھی جو تلوار کے جہاد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ انہی تعلیموں میں سے ہے۔ جو وقتاً فوقتاً جاری ہوتی ہیں۔ اور اسکی ہماری شریعت میں اور بھی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔

بعض نادان یہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس **جہاد کے متعلق حرام کا لفظ** کیوں استعمال فرمایا۔ چنانچہ حال ہی میں ایک شخص کا میں نے یہ اعتراض دیکھا ہے۔ کہ جب یہ جہاد حالات کے بدلنے پر جائز ہے۔ تو پھر موجودہ زمانہ میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیوں قرار دیا۔ حرام تو وہی چیز ہوا کرتی ہے جو ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ مگر یہ **بالکل بیہودہ اور لغو بات** ہے۔ نماز حرام ہے۔ جب سورج نکل رہا ہو۔ نماز حرام ہے جب سورج سر پر ہو۔ نماز حرام ہے جب سورج ڈوب رہا ہو۔ مگر کیا اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ نماز بالکل حرام ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے اس کا پڑھنا ناجائز ہے۔ اسی طرح روزہ حرام ہے عید کے دن۔ مگر کیا اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ روزہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ اور کیا دوسرے وقتوں میں اگر کوئی روزہ رکھے۔ تو اسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ جب عید کے دن روزہ حرام تھا۔ تو بعد میں تم نے کیوں رکھا۔ تو ہماری شریعت میں ایسی **کئی مثالیں** موجود ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بعض اوقات بعض باتیں ناجائز ہوتی ہیں۔ مگر وہی باتیں دوسرے وقت میں جائز بلکہ بعض دفعہ فرض ہو جاتی ہیں۔ جیسے روزہ حرام ہے عید کے دن۔ روزہ جائز ہے گیارہ مہینے۔ اور روزہ فرض ہے رمضان میں۔ اسی طرح نماز حرام ہے جب سورج نکل رہا ہو۔ نماز حرام ہے جب سورج سر پر ہو۔ نماز حرام ہے جب سورج ڈوب رہا ہو۔ مگر نماز جائز ہے اشراق سے لے کر اس وقت تک کہ سورج نصف النہار تک پہنچنے والا ہو۔ نماز جائز ہے ظہر اور عصر کے درمیان۔ نماز جائز ہے مغرب اور عشاء کے درمیان۔ نماز جائز ہے عشاء اور فجر کے درمیان اور نماز جائز ہے صبح صادق سے لیکر نماز صبح تک لیکن یہی نماز فرض ہے صبح کے وقت۔ نماز فرض ہے ظہر کے وقت۔ نماز فرض ہے عصر کے وقت۔ نماز فرض ہے مغرب کے وقت اور نماز فرض ہے عشاء کے وقت۔ ان دونوں مثالوں میں دیکھ لو۔ بعض صورتوں میں ایک چیز جائز ہے۔ بعض صورتوں میں فرض ہے۔ اور بعض صورتوں میں بالکل حرام ہے۔ اسی طرح تلوار کا جہاد حرام ہے جب اسکی شرائط نہ پائی جاتی ہوں۔ اور یقیناً ایسی صورت میں ہم اس کے متعلق حرام کا لفظ ہی استعمال کریں گے۔ مگر جب پھر کسی زمانہ میں وہ شرائط پائی جائیں۔ تو وہی حرام چیز **نہ صرف حلال بلکہ فرض** ہو جائے گی۔

تو تلوار کے جہاد کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانہ کے حالات کے ماتحت شرعی احکام کے مطابق حرام قرار دیا ہے۔ پس یہ جہاد تو یوں حرام ہو گیا۔ اب رہ گیا دوسرا جہاد جو تبلیغ اسلام کا ہے۔ سو وہ یقیناً ایسا جہاد ہے جو **ہماری جماعت کے ہر فرد پر فرض ہے** مگر سوال یہ ہے۔ کہ یہ تبلیغی جہاد جس میں ہماری جماعت کے ہر فرد کا حصہ لینا ضروری ہے۔ اس کو ہماری جماعت کس طرح سرانجام دے رہی ہے۔ تم کہہ سکتے ہو۔ کہ ہم چندہ دیتے ہیں۔ چندے سے کتابیں چھپتی ہیں۔ اور کتابوں سے تبلیغ ہوتی ہے۔ مگر اس طرح تو صحابہ بھی کہہ سکتے تھے۔ کہ ہم روپیہ دیتے ہیں۔ روپے سے سپاہی تیار ہوتے ہیں۔ اور سپاہی ہم سب کی طرف سے جہاد کرتے ہیں۔ مگر کیا ان میں سے ایک صحابی نے بھی کبھی ایسا کہا؟ اور کیا اس جواب کے بعد وہ مومن سمجھا جا سکتا تھا۔ بے شک بعض حالات میں یہ جائز ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنی طرف سے دوسرے کو جہاد کے لئے بھیج دے۔ مگر یہ اسی وقت جائز ہوتا ہے جب شریعت اسکی اجازت دیتی ہو۔ یا کسی کی معذوری ایسی واضح ہو۔ جس کے علاج کی کوئی صورت نہ ہو۔ جیسے **روپے دیکر اپنی طرف سے کسی کو تبلیغ کے لئے مقرر کر دینا** صرف اس کے لئے جائز ہوگا۔ جو گونگا ہو۔ اور جس کے منہ میں زبان نہ ہو۔ اس کے لئے یہ بیشک جائز ہوگا۔ کہ وہ اپنی طرف سے کسی اور کو تبلیغ کے لئے مقرر کر دے۔ اور اس کے اخراجات کو خود برداشت کرے۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص اپنی کسی معذوری کی وجہ سے **حج کے لئے** نہیں جا سکتا۔ تو وہ اپنی طرف سے کسی اور کو روپیہ دے کر حج کرا سکتا ہے۔ مگر جو شخص حج کے لئے جا سکتا ہو۔ اور اسکے لئے کسی قسم کی روک نہ ہو اس کے لئے جائز نہیں۔ کہ وہ کسی اور کو اپنی طرف سے حج کے لئے بھیج دے۔ اور اگر وہ کسی کو روپیہ دے کر اپنی طرف سے حج کرواتا ہے۔ تو اس کا حج ہرگز قبول نہیں ہوگا۔ پس جبکہ **تبلیغ ایک جہاد ہے** اور یہ جہاد ہر شخص پر فرض ہے۔ تو جو شخص اتنے اہم فریضے کو ترک کرتا ہے۔ اس کے گنہگار ہونے میں کیا شبہ رہ سکتا ہے۔ اگر اس تبلیغ کی حیثیت محض نوافل کی سی ہوتی۔ تب بھی اس میں شمولیت حصول ثواب کے لئے ضروری تھی۔ مگر جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں۔ یہ جہاد ہے۔ اور جہاد فرض ہوا کرتا ہے۔ نفل نہیں ہوتا۔

پس ہر احمدی جو اپنی زبان سے دوسروں کو تبلیغ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ مگر وہ اپنے اوقات میں سے **تبلیغ کے لئے** کوئی وقت نہیں دیتا۔ وہ یقیناً ایک فریضہ کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے ایسا ہی گنہگار ہے۔ جیسے نماز کا تارک گنہگار ہے۔ ایسا ہی گنہگار ہے۔ جیسے روزہ کا تارک گنہگار ہے۔ ایسا ہی گنہگار ہے۔ جیسے حج کا تارک گنہگار ہے۔ اور ایسا ہی گنہگار ہے

جیسے زکوٰۃ کا تارک گنہگار ہے۔ پس اسی **مسئلہ کی اہمیت** جماعت کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے۔ اور یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ اس وقت تلوار کے جہاد کی بجائے تبلیغ اسلام کا جہاد ہر مومن پر فرض ہے۔ اور اگر یہ بات غلط ہے۔ کہ تلوار کا جہاد اس وقت حرام ہے۔ تو ایسی صورت میں تمہارا فرض ہے۔ کہ تلوار لو۔ اور کفار کو مارنا شروع کر دو۔ لیکن اگر تلوار کا جہاد اس وقت حرام ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ایسے وقت میں تبلیغ اسلام کا جہاد شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے۔ کہ **جہاد میں اپنا قائم مقام** دینے کی کسی کو اجازت نہیں ہوتی۔ بلکہ ذاتی طور پر ہر شخص کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اس جہاد میں شامل ہو۔ ہم نے تو جماعت کے دوستوں کے لئے اتنی سہولت پیدا کر دی ہے۔ کہ ان پر یہ پابندی ہی نہیں رکھی۔ کہ وہ ضرور دو دو یا تین تین مہینے تبلیغ کے لئے وقف کریں۔ بلکہ اجازت دی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص **پندرہ دن تبلیغ کے لئے** دے سکتا ہو۔ تو پندرہ دن ہی دیدے۔ تین ہفتے دے سکتا ہو۔ تو تین ہفتے دے۔ مہینہ دے سکتا ہو۔ تو مہینہ دے۔ دو مہینے دے سکتا ہو۔ تو دو مہینے دے۔ بہر حال ہم نے اپنی جماعت کے دوستوں کی سہولت کے لئے اس حکم کو بہت نرم کر دیا ہے۔ بلکہ اب میں کہتا ہوں۔ کہ جو دو ہفتے دینے سے معذور ہوں۔ محکمہ ان کی طرف سے **ایک ہفتہ ہی** منظور کرے۔

پس چاہیئے۔ کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھائے۔ اور تبلیغ کے لئے سال میں سے پندرہ دن یا مہینہ یا دو مہینے وقف کرے۔ ورنہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ ہر شخص جو اس ذمہ واری کو ادا نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک **ایک فریضہ کا تارک** ہے۔ اور اس کا گناہ ایسا ہی ہے۔ جیسے نماز کے ترک کرنے کا۔ جیسے روزہ کے ترک کرنے کا۔ جیسے حج اور زکوٰۃ کے ترک کرنے کا۔ پس میں جماعت کو آج پھر اس اہم امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ آج میں نے اس مسئلہ کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔ تاکہ کسی کو اس کے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

تم خود ہی غور کرو۔ کہ اگر یہ جہاد ہے۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا۔ یہ جہاد ہے۔ تو پھر جہاد میں قائم مقام دینا جائز نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر شخص کا ذاتی طور پر فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اسی میں حصہ لے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اس تبلیغ کے فریضہ کو ادا نہیں کرے گا۔ تو وہ گنہگار ہوگا۔ پس **ہر جگہ کی جماعت** کو اس کے متعلق فوری طور پر انتظام کرنا چاہیئے۔ جو جماعت اس کے متعلق کوئی انتظام نہیں کرے گی۔ وہ ایک بہت بڑی ذمہ واری ادا کرنے سے قاصر سمجھی جائے گی۔ خصوصاً قادیان کے دوستوں کو میں اس اہم امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ وہ قادیان میں ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں۔ اور ہجرت کے معنے یہ ہیں۔ کہ انہوں نے اپنا پورا وقت **خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت** کے لئے دینے کا عہد کیا ہوا ہے۔ پس مہاجر ہونے کے لحاظ سے ان پر دوسروں سے زیادہ ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ جو شخص کہتا ہے۔ کہ میں ہجرت کر کے آیا ہوں۔ اور پھر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ میں اپنا وقت خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے دینے کو تیار نہیں۔ وہ **مہاجر نہیں بلکہ تارک وطن** ہے۔ جیسے انگریز بعض دفعہ اپنا وطن ترک کر کے امریکہ چلے جاتے ہیں۔ یا آسٹریلیا چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی مہاجر نہیں۔ بلکہ تارک وطن ہیں۔ جنہوں نے اپنے وطن کی رہائش ترک کر کے قادیان کی رہائش اختیار کی ہوئی ہے۔

پس ہر شخص جو ہجرت کے مفہوم کو سمجھتا اور صحیح معنوں میں مہاجر کہلانا چاہتا ہے۔ اس کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے اوقات کو ایسے طور پر خرچ کرے۔ کہ ان کا زیادہ سے زیادہ حصہ دین کی خدمت میں صرف ہو۔ یہی ہجرت کی غرض ہوتی ہے۔ اور یہی غرض انہیں ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ پس **قادیان کی جماعت** کو میں خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اوقات زیادہ سے زیادہ وقف کریں۔ میں نے بتایا ہے۔ کہ ہم نے دوستوں کی سہولت کے لئے شرائط کو بہت سخت نہیں رکھا۔ بلکہ ہفتہ ہفتہ بھی اگر مجبوری ہو۔ تو محکمہ قبول کر سکتا ہے۔ البتہ میرے نزدیک تبلیغ کو زیادہ **نتیجہ خیز اور مؤثر** بنانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ سوائے اشد مجبوری کے کم از کم دو ہفتے ہر شخص سے وقت لیا جائے۔ پس میرے نزدیک دوستوں کو دو ہفتہ سے لیکر دو تین مہینہ تک وقت دینا چاہیئے۔ اور یہ کوئی ایسا زیادہ وقت نہیں۔ جس کا بارہ مہینوں میں سے نکالنا مشکل امر ہو۔ اگر کوئی شخص سال کے بارہ مہینوں میں سے کم از کم دو ہفتے بھی اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے صرف نہیں کر سکتا۔ تو وہ جہاد جیسے فریضہ کو بھلا دینے والا ہوگا۔ سوائے ان لوگوں کے جو مصنف ہیں۔ یا مبلغ ہیں یا مقرر۔ واعظ اور خطیب ہیں۔ انہیں چونکہ اپنے **فرائض منصبی کی ادائیگی** میں بھی جہاد کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ اس لئے وہ اس فریضہ کے تارک نہیں سمجھے جائیں گے۔ مگر دوسرے لوگ جنہیں اس قسم کے مواقع نہیں ملتے۔ وہ اگر تبلیغ میں حصہ نہیں لیتے۔ تو وہ ایک اہم فریضہ کو ادا نہ کرنے والوں میں شمار ہو کر خدا تعالےٰ کے حضور گنہگار ٹھہرتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے لوگوں پر اس قدر اتمام حجت ہو چکی ہے۔ کہ اگر ایک نظام کے ماتحت ہماری تمام جماعت تبلیغ میں لگ جائے۔ تو پانچ سات کے اندر ہی **کئی اضلاع کی اکثریت احمدی** ہو سکتی ہے۔ جو نئے علاقے ہیں۔ ان میں بیشک احمدیت کی تبلیغ کرتے وقت مشکلات پیش آتی ہیں۔ مگر جو علاقے احمدیت کی تعلیم سے واقف ہو چکے ہیں۔ ان کے متعلق دیکھا گیا ہے۔ کہ ذرا زور دینے سے ان میں سے سینکڑوں لوگ احمدیت میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے موقعہ کو ہاتھ سے جانے دینا اور لوگوں کو اپنی پوری کوشش سے کلمۂ حق نہ پہنچانا اسلام اور احمدیت پر بہت بڑا ظلم ہے۔

پس قادیان کی جماعت کو خصوصاً اور بیرونی جماعتوں کو عموماً میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ آپ لوگ اپنے اس فریضہ کو پہچانتے ہوئے جماعت کے نظام کے ماتحت **اپنے اپنے علاقوں میں تبلیغ کو وسیع کریں** تا اللہ تعالےٰ جلد سے جلد سلسلہ اور اسلام کی اشاعت کے سامان پیدا کرے۔ اور اسلام ہماری آنکھوں کے سامنے جبکہ ہم میں صحابہ رض اور تابعین موجود ہیں۔ ایسی صورت میں قائم ہو جائے۔ کہ بعد میں اس میں کسی کو رخنہ اندازی کا موقعہ نہ ملے۔

جہاد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے۔ وہ جہاد کے اس غلط مسئلہ کی اصلاح ہے۔ جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے۔ سو مجھے خدا تعالےٰ نے سمجھا دیا ہے۔ کہ جن طریقوں کو آج کل جہاد سمجھا جاتا ہے۔ وہ قرآنی تعلیم سے بالکل مختلف ہیں۔" (تحفہ قیصریہ صٰ)

تحریک جدید کے بقایادار ۳۱ مئی سنہ ۱۹۴۰ء تک ادا کر لیں۔ یا مزید مہلت لے لیں

میں اب یہ اصول مقرر کر دیتا ہوں۔ کہ پہلے چار سالوں میں تمام بقایاداران کو ۳۱ مئی تک مہلت دی جاتی ہے۔ ۳۱ مئی تک جو لوگ اپنے بقائے ادا نہیں کرینگے۔ سوائے ان کے جو مہلت لے لیں۔ یا دفتر کی منظوری سے ادائیگی کا کوئی وقت مقرر کر دیں۔ ان کے نام لسٹ میں سے کاٹ دئے جاویں گے۔ اور میں دفتر کو بھی ہدایت کرتا ہوں۔ کہ وہ تمام بقائے داران کے بقائے نکال کر ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ چٹھی لکھ دے۔ جن میں یہ ذکر ہو۔ کہ آپ کے ذمہ تحریک جدید کا فلاں فلاں سال کا اتنا بقایا ہے۔ ۳۱ مئی تک ہم آپ کو مہلت دیتے ہیں۔ اس عرصہ میں اگر آپ اپنا وعدہ پورا کر دیں گے۔ تو آپ کا نام اس لسٹ میں رہے گا۔ ورنہ ہم سمجھیں گے۔ کہ آپ نادہند ہیں۔ اور ہم اس بات پر مجبور ہوں گے۔ کہ آپ کا نام اپنی لسٹ میں سے کاٹ دیں۔ معافی کے طور پر نہیں۔ بلکہ مجرم کے طور پر مگر اس میں وہ شامل نہیں۔ جنہوں نے مہلت لے لی ہے۔ یا آئندہ مہلت لے لیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو حالات کے مطابق مزید مہلت لے لیتے ہیں۔ ایسے لوگ گنہگار نہیں۔ کیونکہ انہوں نے دلیری سے کام لیا۔ اور کہدیا کہ ہمیں فلاں مجبوری تھی۔ جس کی وجہ سے ہم وعدہ پورا نہ کر سکے۔ اب فلاں وقت تک مہلت دی جائے۔ پس یہ نوٹس مہلت لینے والوں کو نہیں۔ بلکہ ان کو بھیجا جائے گا۔ جو نہ تو مہلت لیتے ہیں۔ اور نہ معافی لیتے ہیں۔ اور نہ ہی چندہ ادا کرتے ہیں۔

بقایاداران کو خطوط بلکہ رجسٹری خطوط بھیجے جا چکے ہیں۔ مگر بعض عدم پتہ واپس بھی آئے ہیں۔ ایسے دوستوں کو چاہیئے۔ جن کے ذمہ بقایا ہو۔ وہ اس اعلان کو پڑھ کر ۳۱ مئی تک اپنا بقایا بھیجدیں۔ کئی دوست ہیں۔ جنہوں نے اپنے بقایا ادا کرنے کی طرف خاص توجہ کی۔ چنانچہ جماعت شادن لنڈ کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ لکھتے ہیں۔ کہ تحریک جدید کا بقایا ۳۱ تک ادا کر دیا جائیگا۔ انشاء اللہ اس تاریخ تک بقایا نہیں رہے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ اور بھی کئی دوست ہیں۔ جنہوں نے ادا کر دیا ہے۔ اور بعض مہلت لے لی ہے۔ مگر ابھی ایسے دوست بھی ہیں۔ جنہوں نے چٹھی کا جواب نہیں دیا۔ اب تمام احباب کو چاہیئے۔ کہ ۳۱ مئی تک ادا یا مزید مہلت لے لیں۔ یا یہ کہ وہ معافی لے تا ان کا نام تحریک جدید کے رجسٹر سے مجرمانہ طور پر نہ کاٹا جائے۔ والسلام

(خاکسار برکت علی خاں فنانشل سیکرٹری تحریک جدید قادیان)

پیغامی مشن!

غیر مبائعین کے عقائد متعلقہ حکم عدل کے بارہ میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضؓ کا فیصلہ کن خطبہ جمعہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کو حکم عدل کہہ کر آپ کی آمد کا ایک اہم مقصد ان اختلافات کا فیصلہ کرنا قرار دیا ہے۔ جو امتِ محمدیہؐ کے مختلف فرقوں میں پائے جاتے ہیں اور اس لئے آپ کی اتباع کرنا ہر مومن پر فرض اور واجب ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں دیکھتا۔ اسلئے آسمان پر اسکی عزت نہیں۔"
(حاشیہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶-۲۷)

لیکن جب غیر مبائعین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیصلوں کے خلاف کرتے ہیں۔ اور ان کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ آپ لوگ تو حکم و عدل کی تعلیم کے خلاف چل رہے ہیں۔ تو وہ جماعت مبائعین کی اس ناقابل تردید دلیل حکم و عدل کو بڑے عجیب و غریب ذرائع سے ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے عقائد در بارہ حکم و عدل ملاحظہ ہوں :۔

(۱) "اگر امام بھی ہم سے وہ بات منوانی چاہے۔ جس کی قرآن و حدیث میں سند نہیں۔ تو ہم اسے نہیں مانیں گے۔ ...... اس قرآن اور حدیث کو کہاں جا رکھیں۔ کیا مرزا صاحب کو لے کر قرآن اور حدیث کو جواب دے دیں۔" (پیغام صلح جلد ۳ ع۵)

(۲) "حکم و عدل کے یہ معنے نہیں۔ اگر ایسا مانا جائے۔ تو پھر تو امن ہی اٹھ جاتا ہے۔" (پیغام صلح ۱۲/۱۵ مئی ۱۹۰۹ء ص ۳)

(۳) پھر لکھتے ہیں۔ کہ

"اسلام کی یہی تعلیم ہے۔ کہ اس امت میں اب خواہ کتنا ہی بڑا ولی ہو۔ معین الدین اجمیری ہو۔ شاہ ولی اللہ ہو۔ مجدد احمد سرہندی ہو۔ شاہ عبد القادر جیلانی ہو۔ اور خواہ مرزا غلام احمدؐ قادیانی ہو۔ ان کا قول کتاب و سنت پر حکم نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ غلطی کھا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کے تمام اقوال صرف کتاب و سنت پر ہی پرکھے جائیں گے۔" (پیغام جلد ۱۰ نمبر ۴ ص۵)

اب سوال یہ ہے۔ کہ جبکہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے متبعین کے نزدیک حکم و عدل مسیح موعود بھی "غلطی کھا سکتے ہیں۔" اور آپ ہر بات میں حکم و عدل نہیں۔ بلکہ آپ کا قول حکم ہو ہی نہیں سکتا تو اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو۔ اور اس بارہ میں صحیح اسلامی تعلیم درکار ہو۔ تو اس کے فیصلہ کے لئے کس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے؟ اگر کہو۔ کہ خود مسلمان قرآن و حدیث اور سنت پر غور کر کے معلوم کر سکتے ہیں۔ تو پھر مسیح موعودؑ کی بعثت کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کام تو پہلے بھی مسلمان اپنی اپنی سمجھ اور تدبر و فہم کے مطابق کرتے رہے۔ اور کرتے رہیں گے۔ اور اگر کہو۔ کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمدؐ قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف عود کیا جائے۔ تو وہ آپ کے مندرجہ بالا اعتقادات کی رو سے بوجہ غلطی کھا سکنے کے حکم و عدل ہی نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر یہ کہو۔ جو حقیقۃً آپ لوگوں کا اعتقاد ہے۔ کہ ان متنازعہ فیہ امور کے فیصلہ کے لئے غیر مبائعین کے امیر مولوی محمد علی صاحب کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ تو خود مولوی محمد علی صاحب کے ایک تازہ اعلان کے مطابق پھر بھی یہ سوال اسی طرح قائم رہا۔ جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب خان بہادر حضرت مولوی غلام حسن خاں صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں :۔

"مانا کہ ملہم غلطی کر سکتا ہے۔ لیکن آپ تو نہیں کر سکتے؟ آپ کو کس بات نے یقین دلا دیا۔ کہ جو معنی آپ کرتے ہیں۔ وہ درست ہیں۔ ملہم غلطی کر سکتا ہے۔ مگر غیر ملہم نہیں کر سکتا۔ یہ منطق انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔" (پیغام صلح ۱۳ اپریل ۱۹۴۰ء ص۵ کالم ۳)

اب غیر مبائعین کے امیر و غریب بتائیں۔ کہ پیغام صلح کے مندرجہ بالا تینوں حوالجات میں حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں جو منطق پیش کی گئی ہے۔ وہ "انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہے" یا نہیں۔

اے کاش! غیر مبائعین حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی مرحوم رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ جمعہ پر ہی غور کر لیتے۔ جو آپ نے ۱۷ اگست ۱۹۰۰ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں آپ کی شان کے متعلق پڑھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ مولوی عبد الکریم صاحب نے جو بیان کیا۔ "یہ بالکل میرا مذہب ہے۔" ہاں یہ اُنہی مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی کا خطبہ ہے۔ جو وحی الٰہی میں "مسلمانوں کے لیڈر" قرار دیئے گئے ہیں۔ سو آپ نے خطبہ جمعہ میں جو کچھ فرمایا۔ غیر مبائعین اسے پڑھیں۔ اور عبرت حاصل کریں۔ فرماتے ہیں :۔

"میری اصل غرض یہ ہے۔ کہ ہماری جماعت کو حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر بھی ویسا ہی ایمان رکھنا چاہیئے۔ جیسے کہ قرآن کریم کی اس آیت شریفہ (فلا و ربک لا یؤمنون حتّٰی یحکموک فیما شجر بینھم) کا مفہوم ہے۔ جو میں بیان کر چکا ہوں۔ اگر اس ایمان میں کچھ بھی کسر رہ جائے گی۔ اور دل کے کسی کونے میں کوئی تردد اور وسوسہ رہ جائے گا۔ تو یاد رکھو۔ کہ وہ اتنا ہی نفاق کے برص کا داغ ہوگا۔ جو یا تو اس دنیا میں پھیل کر سارے قلب کے اندام پر محیط ہو جائیگا یا اسی کا بدنتیجہ آخرت کی نابینائی ہوگی۔ .... خدا کا منشاء ہے۔ جو ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مطلوب ہے۔ وہی یہاں بھی مطلوب ہے۔ .....

...... ضروری ہے۔ کہ ہمارا ایمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال و اعمال و افعال کی نسبت ویسا ہی ہو۔ جیسا ہم پر فرض ڈالا گیا ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رکھیں۔ ...... بعض غلط کاروں نے ناواجب جوش کی تاب مقاومت نہ لا کر منہ سے کہہ دیا (اور اب پیغام صلح میں بارہا شائع بھی کر دیا۔ ناقل) کہ ہم پابند نہیں۔ کہ امام کی ساری باتوں کو مانیں۔ ہم خود دیکھ لیں گے۔ اگر امام کی بات قرآن و حدیث کے موافق ہوگی۔ تو مان لینگے۔ ورنہ اسکی طرف التفات نہ کریں گے۔ میں خوب جانتا ہوں۔ کہ یہ مرض بعض ان لوگوں میں ہے۔ جو بدقسمتی سے چار حرف پڑھ گئے ہیں۔

اور وہ خدا تعالےٰ کے مصفا آئینہ کے حضور میں اتنی دیر بیٹھنے کی توفیق نہیں پا سکے۔ کہ ان کے علوم و فہم کی بدصورتی ان پر کھل جاتی۔ افسوس یہ سوءِ ادب ایسا ہے۔ کہ اس کے سننے سے عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے۔ کاش وہ حقیقت بیعت پر غور کرتے اور پھر سوچتے کہ .... انہوں نے بیعت کیا کی؟ وہ تو آخر کار اپنے اوپر ایمان لانے والے یا یوں کہو۔ کہ اپنے ہی اجتہاد اور حدیث دانی اور قرآن دانی پر ایمان لانے والے نکلے۔

وہ حضرت حکم اللہ پر کیا ایمان لائے۔ وہ تو اس حکم کے بھی حکم بن بیٹھے۔ کیونکہ جب امام حکم کی طرف سے کوئی مسئلہ قرآن و حدیث سے استنباط ہو کر شائع ہوگا۔ اس کے بعد ان کی ڈیوٹی ہوگی۔ کہ وہ اپنے علوم اور اجتہاد کی قوتوں کو جو شاید کہیں کہیں چلی گئی ہوں۔ جمع کریں۔ اور خوب غور کریں۔ کہ امام صاحب کا یہ استنباط صحیح ہے یا واہی ہے۔ پھر اگر ان کی استنباط و اجتہاد کی میزان میں پورا اترا تو قبول ورنہ مردود۔ اللہ اکبر۔ سوچو اور خدا کے لئے غور کرو۔ یہ کتنا بڑا بول ہے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ خدا تعالیٰ کا موعود حکم اسی لئے تو آیا۔ اور ایسے وقت میں آیا۔ کہ تمہارے مغز خدا کی باتوں کو سمجھنے کے لائق نہ رہے تھے۔ اور تمہیں ہر نیک بات کے سمجھنے میں ٹھوکریں لگنی شروع ہو گئی تھیں۔ ورنہ لفظ حکم کی اور حقیقت کیا ہے۔ جب اس کے آنے پر بھی وہی سر دردی ہمیں رہی۔ کہ ہمارے اجتہاد اور استنباط کی مشینیں بھی ویسی ہی دن رات چلتی رہیں۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ۔ اس لئے کہ حضرت امام کے منہ سے آئے دن ایک نئی بات اور اچھوتی بات نکلتی ہے۔ جو بظاہر قرآن و حدیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ اور درحقیقت ایک نازک اور دقیق استنباط ہوتا ہے۔ اور ہمیں یہ مصیبت پڑ گئی۔ کہ ہم اپنی اپنی جگہ اس کو پرکھتے رہیں۔ کہ آیا امام کا یہ استنباط صحیح ہے یا نادرست۔ اور تحریف اور تسویل ہے۔ تو بتاؤ۔ کہ ہم تو اس

امام حکم کے آنے پر وبال اور نکال میں پڑ گئے!۔

...... یہی باتیں تو وہ لوگ کہتے ہیں۔ جو اس نور سے مستفید نہ ہو سکے۔ وہ بھی تو یہی کہتے اور اپنے تئیں اس کہنے میں حق پر سمجھتے ہیں۔ کہ ہم اس شخص مسیح موعود کی باتوں کو کیونکر قبول کریں۔ جب تک قرآن و حدیث کے موافق نہ پائیں۔ مامور اور مرسل کی حقیقت پر ان لوگوں کو کبھی غور کرنی نصیب نہیں ہوئی۔ نادانو اگر تمہارے عقول اور فہم اور تجربوں پر مامور و مرسل کے انتخاب کی بنا ہو۔ تو وہ خدا کا مرسل اور موعود کیوں ہو۔ تم تو نصوص الٰہیہ کے فہم کے لحاظ سے غلطیوں میں پڑ چکے۔ اور ناپاک اور مزخرف اعتقادوں پر جمع ہوتے ہو۔ جب وہ مامور موعود آتا ہے۔ اور تمہاری انہی غلطیوں اور نصوص الٰہیہ میں بیجا دست اندازیوں کا تو وہ حکم بن کر آتا ہے۔ پھر تمہاری بات کیونکر اس وقت چلے۔ وہ خدائے حکیم و علیم کا سکھایا ہوا۔ اس کے قویٰ ازلاً ان کاموں کے سزاوار جن کے پورا کرنے کو وہ آتا ہے۔ وہ منور۔ وہ آسمانی نشانوں سے اپنے دعووں پر تائید یافتہ۔ وہ تبلیغ اور استنباط میں ملائکہ الٰہی کے حفظ کے حلقہ میں جاگزیں۔ تم گرے ہوئے پست ہمت اور شہوات کے تاریک کنوئیں میں سرنگوں بیٹھے ہوئے۔ تنکے کی طرح جھونکوں کے ساتھ ہر طرف کو جھک جانے والے۔ تمہاری کیا بساط اور کیا زہرہ ہے۔ کہ تم اس کے حُکم بنو۔ اور اس کا کلام اور کام جب تک تمہارے علم اور فہم کے موافق نہ ہو۔ درست ہی نہ ہو۔ ......

میں اس وقت حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر میں غلو کر رہا ہوں۔ اور میری زبان حق کے بیان کرنے میں کجی اور ناانصافی کی طرف جا رہی ہے۔ تو میرے بیان کی اس وقت اصلاح کر دیں اور سامعین خطبہ پر اس وقت کھول دیں۔ کہ میں نے غلط بیان کیا ہے۔ مگر میں خدا کے فضل سے بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ میں حق بیان کر رہا ہوں۔ میری روح امام کے علوم کے مے سے سرشار ہو کر یہ پاک ندیاں بہا رہی ہے۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ میں اس وقت خود حضرت امام علیہ السلام کی زبان ہوں گا۔" (از الحکم جلد ۴ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء از صفحہ ۱ تا ۱۲)

پھر مندرجہ بالا خطبہ کی اشاعت کے وقت حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کی طرف سے "تنبیہ" کے ماتحت ایک نوٹ بھی دیا گیا ہے۔ جس میں فرماتے ہیں:۔

"تحدیث بالنعمت کے طور پر میں یہ بھی لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ بعد نماز جمعہ کے حضرت اقدس علیہ السلام سے کچھ عرض کرنے کے لئے اندر گیا۔ اور ادھر اُدھر کے ذکر کے بعد مَیں نے خطبہ کی نسبت آپؑ سے پوچھا۔ فرمایا:۔

"یہ بالکل میرا مذہب ہے۔ جو آپ نے بیان کیا۔" اور فرمایا:۔

"یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ آپ معارف الٰہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قائم ہو گئے ہیں۔ اور بھی اسی قسم کے جملے فرمائے۔ ذالک فضل اللہ الخ

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(الحکم ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء ص۱۲)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضؓ کا یہ خطبہ جمعہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مصدقہ بلکہ پسندیدہ خطبہ ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے ظاہر ہے۔ کہ حکم **عدل** کے بارہ میں غیر مبایعین کے عقائد خطرناک تفریط کی رو میں بہ کر اصل سے کہیں دور جا پہنچے ہیں۔ گویا یہ خطبہ جمعہ غیر مبایعین کی بطالت اور جماعت مبایعین کی حقانیت کا زبردست ثبوت ہے۔ کیونکہ جماعت مبایعین کے ہی اب وہ عقائد ہیں۔ جن کی طرف "**غلو**" کو منسوب کیا جاتا ہے۔ مگر باوجود حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان باتوں کو نہ صرف "**غلو**" قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ:۔

"یہ بالکل میرا مذہب ہے۔ جو آپ نے بیان کیا۔"

مگر باوجود ان حقائق کے غیر مبایعین ہم پر "**غلو**" کا الزام لگاتے ہیں۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے۔ کہ دو شخص دریا کے کنارے کھڑے ہوں۔ اچانک ان میں سے ایک شخص دریا میں اتر پڑے۔ اور پانی میں بہتا چلا جائے۔ دوسرا شخص جب اسے کہے۔ کہ تم تو پانی کی لہروں میں بہتے جا رہے ہو۔ تو میرا ہاتھ یا پگڑی پکڑ کر جلدی باہر نکل آؤ۔ تو وہ آگے سے جواب دے۔ کہ نہیں میں تو بہہ نہیں رہا۔ بلکہ تم ہی اصل جگہ سے پیچھے پیچھے ہٹتے ہوئے مجھ سے دُور ہوتے جا رہے ہو۔ میں تو اسی جگہ کھڑا ہوں۔ جہاں پہلے تھا۔ تو چونکہ وہ شخص دراصل آپ پانی میں بہتا جا رہا ہے۔ اس واسطے اس کے اور کنارے والے آدمی کے درمیان بُعد اور فاصلہ ہر لحظہ اور ہر گھڑی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ مگر اسے کنارے والے شخص کی بات پر یقین کی بجائے بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ کہ تم دُور دُور ہوتے جا رہے ہو۔ حالانکہ وہ بچارا اسی جگہ کھڑا ہے۔ اور وہ اسے بچانے کے لئے اگر پہلے ہاتھ دے رہا تھا۔ تو مزید فاصلہ کی وجہ سے پگڑی دے رہا ہے۔ اور پھر رسّا پھینکتا ہے۔ مگر پانی میں بہنے والا ہلاکت کی راہ کو اختیار کرتے ہوئے نہ تو خود سمجھتا ہے۔ اور نہ ہی کنارے والے زخمی کے مشورے کو قبول کرتا ہے۔ بلکہ اُلٹا اس پر الزام لگاتا ہے۔ کہ تم دُور بھاگے جا رہے ہو۔ بعینہٖ یہی حالت ہماری اور غیر مبایعین کی ہے۔ کہ ہم تو اسی مقام پر بلحاظ عقائد کے کھڑے ہیں۔ جس مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو کھڑا کر گئے۔ اور جس مقام پر کھڑا ہونے کا آپ کی زندگی میں آپ کے صحابہ کو اقرار تھا۔ مگر غیر مبایعین ۱۹۱۴ء کے امتحان میں فیل ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد سے اب دن بدن خود دُور دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ اور الزام ہم کو دے رہے ہیں کہ تم نے غلوّ اختیار کر لیا ہے۔

اب مولیٰ کریم سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمارے ان بھائیوں کو جو دن بدن افراط کے دریا میں بہتے ہوئے ہم سے دُور دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی رہنمائی کے خود ہی سامان پیدا کرے۔ کیونکہ آخر وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ اللّٰھم آمین ثم آمین۔

خاکسار سید احمد علی سیالکوٹی مولوی فاضل قادیان

دعویٰ نبوت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا ایک حلفیہ بیان

باسی کڑھی میں ابال

یادش بخیر! امیر پیغام کی باسی کڑھی میں پھر اُبال آیا۔ انہوں نے تیسری بار چیلنج اور فراری کے بعد پھر سے "چیلنج مناظرہ" دے کر پرانی یاد تازہ کر دی۔ ہمارے معزز ناظرین کو تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ مولوی صاحب کی دیرینہ عادت ہے۔ مولوی صاحب بڑے طمطراق سے چیلنج مناظرہ تو دے دیتے ہیں۔ لیکن جب چیلنج مناظرہ منظور ہو جاتا ہے۔ تو وہ اپنی "محتاط" مصلحت کی وجہ سے پھر خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ مدت تک مناظرہ کا نام تک نہیں لیتے۔

مولوی صاحب کا حلفیہ بیان

لیکن خیر کچھ بھی ہو۔ ہم صحبت امروزہ میں مولوی صاحب کو ان کے ایک حلفیہ بیان کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ میں کرم دین کے مقدمہ میں گورداسپور میں علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں دیا تھا۔ اور جس میں کہا تھا۔

"مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے۔ اس کے مرید اس کو دعویٰ میں سچا اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔ پیغمبر اسلام مسلمانوں کے نزدیک سچے نبی ہیں۔ اور عیسائیوں کے نزدیک جھوٹے ہیں۔" اور بجواب جرح کہا۔

"**مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ نبوت اس قسم کا ہے۔ کہ مَیں نبی ہوں۔ لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔**" (مقدمہ کرم دین)

حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت

گویا مولوی صاحب نے وہی کچھ کہا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام رقم فرما چکے ہیں۔ "شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔" (تجلیات الٰہیہ ص۲۵)

اور حضور نے فرمایا کہ:۔ "پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۵)

اور فرمایا:۔ "ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" (بدر ۵ مارچ ۰۸ء) نیز یہ کہ:۔

"قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔" (دافع البلاء ص۱۰)

غیر مبایعین کی موجودہ حالت

مگر اب مولوی صاحب اور دیگر اہل پیغام کی کیا حالت ہے۔ وہ بیان کرنے سے باہر ہے۔ ہم تو اسجگہ ان الفاظ کو لکھتے ہوئے بھی شرماتے ہیں۔ مگر غیر مبایعین ہیں۔ جو بھرے مجمعوں میں نہایت دیدہ دلیری سے حضرت مسیح موعود کے احترام کو بالائے طاق رکھ کر کہنے لگے ہیں۔ کہ:۔

"جو اجرائے نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ کافر دجال ہے۔" (غیر مبایعین کے جلسہ کی رپورٹ)

اور پیغام لکھتا ہے:۔ "اگر امت محمدیہ میں آئے دن نئے انبیاء پیدا ہوتے رہیں۔ جو پرانی مذہبی فضاء کو تباہ کرتے جائیں۔ اور سب کو اسلام سے خارج قرار دے کر نئی سے نئی فضاء کی بنیاد رکھیں۔ تو مسلمان انہی امراض کا شکار ہو جائیں گے۔ جن میں کسی وقت یہود گرفتار تھے۔ اور وحدت ملی ہمیشہ کے لئے پاش پاش ہو جائے گی۔" (پیغام صلح ۱۷ اگست ۳۸ء)

اللہ اللہ بغض و تعصب انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو بزعم خود "لاہور میں پاک ممبر" والے الہام کا مصداق قرار دے رہے ہیں۔ کس طرح حضرت مسیح موعود کی نبوت سے باغی ہو رہے ہیں اور حضور کو "کافر دجال" اور "وحدت ملی کا پاش پاش" کرنے والا وجود قرار دے رہے ہیں۔

یہ کس چیز کا نتیجہ ہے

ہمارے معزز ناظرین غور فرمائیں۔ ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرما رہے ہیں۔ کہ "ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" اور دوسری طرف غیر مبایعین یہ کہہ

ہیں۔ کہ :-

"اگر امت محمدیہ میں آئے دن نئے انبیاء پیدا ہوتے رہیں۔ جو پرانی مذہبی فضاء کو تباہ کرتے جائیں اور سب کو اسلام سے خارج قرار دے کر نئی سے نئی فضاء کی بنیاد رکھیں۔ تو مسلمان انہی امراض کا شکار ہو جائیں گے۔ جن میں کسی وقت یہود گرفتار تھے۔ اور وحدت ملی ہمیشہ کے لئے پاش پاش ہو جائے گی۔"

گویا غیر مبایعین کے "پیغام" کے نزدیک نبیوں کا وجود رحمت کی بجائے زحمت ہوتا ہے۔ اور وہ ایمان والوں کو اسلام سے خارج کرنے اور وحدت ملی کو ہمیشہ کے لئے پاش پاش کرنے کا باعث ہوتے ہیں غرض وہ اس طرح لکھ لکھ کر حضرت مسیح موعود کو نبوت سے معزول کرنا چاہتے ہیں۔ مگر انہیں یہ بھی معلوم ہے۔ وہ کبھی اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان پر اچھی طرح ظاہر ہے۔ کہ ایک "پتھر" ان کے اس ارادے میں "روک" بن رہا ہے۔ اور وہ "محمود اور اس کا قافلہ" ہے۔ مگر ہم اس جگہ یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو "محبانِ احمدیت" کے دعویدار ہیں۔ اور جو حضرت مسیح موعود کی ہر ایک تحریر کو سر آنکھوں پر رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اپنی حقیر خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کس طرح حیلے تراشتے اور کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ "عداوت محمود" کا نتیجہ ہے۔

پیغام کی در افشانی

یہ ایک مشہور بات ہے۔ کہ جب کسی کو مسکت دلائل کا جواب نہیں آیا کرتا۔ تو وہ گالیوں پر اتر آیا کرتا ہے۔ یہی حال غیر مبایعین کا ہے۔ انہیں ایک طرف سیدنا محمود ایدہ اللہ سے عداوت ہے۔ اور دوسری طرف جماعت احمدیہ قادیان کے باطل شکن دلائل ان کے مبلغ علم کا تار پود بکھیر کر رکھ دیتے ہیں۔ تو وہ انتہائی بے بسی کے عالم میں پیغام کے کالموں کو گالیوں سے سیاہ کرنے لگتے ہیں۔ غیر مبایعین کی گالیوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ مگر یہاں چند ایک پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔ لکھا ہے:۔

"لیکن پیر پرستی اور غلو کے منحوس جراثیم اس قدر خطرناک اور عقل سوز ہوتے ہیں۔ کہ ان سے کسی پیر کے عقیدت مند کا محفوظ رہنا قریب قریب ناممکن ہے۔"

"غلو۔ پیر پرست۔ بے راہ روی۔ غرض پرست یار لوگ۔" "تکفیر ملانوں سے بھی کان کترنے والے" ضلالتی۔ وہ غالی ہیں۔ اور وحدت ملی کے دشمن انہیں اپنے اس گستاخانہ اقدام پر شرم آنی چاہیئے۔" "مولوی اللہ دتا صاحب کو لتاڑتے لتاڑتے حضرت مسیح موعود پر بھی ہاتھ صاف کر گئے۔" "اخلاقی جرأت سے محروم" "احمدیت کا جنازہ نیشنل لیگ کے کندھوں پر۔" "اناپ شناپ" "محمودی جماعت کی پست ذہنیت" "پیر پرستی عقل کے اندھوں کو پست اخلاق کے ایسے ہی تاریک گڑھوں میں گرا دیا کرتی ہے۔" (پیغام صلح ۳۹ء)

یہ بطور نمونہ غیر مبایعین کی صحافت میں سے ہے۔ اور ان میں غیر مبایعین کے سب چھوٹے بڑے شامل ہیں۔ جب ان لوگوں کی یہ حالت ہو۔ تو تعجب ہے۔ کہ وہ خود کو احمدی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "عاشق" ہونے کا دعویٰ کس طرح کر سکتے ہیں۔

غیر مبایعین سے ایک سوال

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا وہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ کر اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے؟ کیا انہوں نے اپنی زندگی کے مقصد کو پا لیا۔ واقعات جو کچھ بتلا رہے ہیں۔ وہ غیر مبایعین کی ناکامی اور نامرادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جس کا آج وہ خود اپنی ناکامی پر مرثیہ پڑھنے لگے انہیں جہاں اپنی ناکامی کا اعتراف ہے۔ وہاں وہ جماعت قادیان اور اس کے نظام کے "سنگِ گراں" کا بھی احساس رکھتے ہیں۔ چنانچہ عرصہ ہوا "پیغام" لکھ چکا ہے۔

"اس تبلیغ اور تسخیر کے راستہ میں دو بہت بڑے بڑے سنگ گراں ہیں۔ پہلا جماعت قادیان یا جماعت قادیان کا موجودہ نظام ...... جماعت قادیان نے چند نوتراشیدہ معتقدات سے (خدا کی قدرت حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں غیر مبایعین کے بھی یہی عقیدے تھے۔ ناقل) ہمیں دنیا کے کونے کونے میں بدنام کر رکھا ہے۔ اور اپنی "خلافت اور برکات خلافت" سے ہر جگہ اودھم مچا رہی ہے۔ اور ایسے گل کھلا رہی ہے۔ جو نامحسوس طور پر ہمارے راستہ میں پتھر کی طرح روک بن رہے ہیں۔" (۲۷ اپریل ۳۱ء)

اور لکھا۔ کہ

"ہمارا پُر خلوص جہاد اس وقت تک خدا کی درگاہ میں قبول نہیں ہو سکتا۔" (۲۷ فروری ۳۹ء)

یہ صاف اور واضح الفاظ میں اپنی ناکامی اور جماعت قادیان کی شاندار کامیابی اور کامرانی کا اعتراف وہ خود کر رہے ہیں۔ کہ ہمارا "پُر خلوص جہاد" خدا کی درگاہ میں قبول نہیں ہو سکا۔" اور اس سے زیادہ وہ کیا لکھیں۔ اب تو "تھوتھا چنا باجے گھنا" کے مصداق کا مصداق ہیں۔ بہرحال انہیں ہمارے "سنگِ گراں" اور پتھر کی طرح وزنی دلائل و عقائد کا اقرار ہے۔ مولوی صاحب جواب دیں۔ میں دور چلا گیا۔ ہاں ہم مولوی صاحب کو ان سطور کے ذریعہ توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ اپنے محولہ بالا حلفیہ بیان اور موجودہ عقائد میں تطابق نہ ہونے کی وجہ بیان فرمائیں۔ ورنہ اگر وہ اس طرف متوجہ نہ ہوئے۔ تو ہم ان کی منافقت پر یقین کرنے پر مجبور ہوں گے۔ خاکسار انوار احمد سانوی

جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو دعوتِ مقابلہ کا جواب

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے ٭ ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ٭ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
(مسیح موعودؑ)

پیارے ناظرین! خلافت ثانیہ کے ابتدائی ایام میں جبکہ اللہ تعالےٰ نے کچوں اور پکوں۔ مومنوں اور منافقوں کے درمیان ایک بین فرق کر دکھلایا۔ اور سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ نے احمدی قوم کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ تو کچھ لوگ جنہیں اپنے علم پر ناز تھا۔ اور جو اپنے آپ کو احمدیت کا ستون قرار دیتے تھے۔ مدینۃ المسیح قادیان کو چھوڑ لاہور چل دیئے۔ اور انہوں نے جناب مولوی محمد علی صاحب کو (جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہو چکا تھا۔ کہ مولوی صاحب آپ بھی نیک تھے۔ نیک ارادے رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ) اپنا امیر منتخب کر لیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم کردہ سلسلہ کے ذکر کو نہ صرف سم قاتل ہی قرار دینے لگے۔ بلکہ حضور علیہ السلام پر ایمان لانا بھی انہوں نے ضروری نہ سمجھا۔ اور تعلیم احمدیت سے اس طرح ہاتھ دھو بیٹھے۔ کہ گویا اب انہیں خدا کے مامور و مرسل حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ لیکن جب مبایعین کی طرف سے ان کی اس قسم کی ذاتی مصلحتوں اور خود غرضیوں کو طشت از بام کیا گیا۔ تو یہ سب کے سب چیخ اٹھے۔ اور اپنے اخبارات میں شور مچانے لگ گئے۔ کہ دیکھو جی ہم پر الزام تراشے جا رہے ہیں۔ اور کہا جا رہا ہے۔ کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ اصولوں کو ترک کر دیا۔ حالانکہ ہم بدستور انہیں عقائد صحیحہ پر قائم ہیں۔ جو حضرت کی زندگی میں ہمارے عقائد تھے۔

اور جب ان کے اس بے بنیاد دعوے کو بھی بادلائل باطل ثابت کیا گیا۔ تو پھر اور تو کوئی پیش نہ جا سکتی تھی۔ البتہ الٹا جماعت مبایعین کے متعلق کہنے لگ پڑے۔ کہ:۔

"یہ لوگ حضرت مسیح موعود عم کے مقصد سے ہٹ گئے ہیں۔ بلکہ یہ آپ کے مسلک سے بھی دور چلے گئے ہیں۔"

اس پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین کو کھلا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔ "اب میں فخر کے طور پر نہیں۔ بلکہ اس عہدہ اور منصب کے احترام کے لئے جس پر خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ کی تائید میرے ساتھ ہے۔ اسی وجہ سے میں نے مولوی محمد علی صاحب کو چیلنج دیا تھا۔ کہ آئیں بالمقابل بیٹھ کر قرآن کریم کی کسی آیت یا رکوع کی تفسیر لکھیں۔ اور دیکھیں کہ وہ کون ہے۔ جس کے لئے خدا تعالےٰ معارف اور حقائق کے دریا بہاتا ہے۔ اور کون ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ علوم کا سمندر عطا کرتا ہے۔ میں تو ان کے نزدیک جاہل ہوں۔ کم علم ہوں۔ بچہ ہوں۔ خوشامدیوں میں گھرا ہوا ہوں۔ ناتجربہ کار ہوں۔ پھر مجھ سے ان کا مقابلہ کرنا کونسا مشکل کام ہے۔ وہ کیوں مرد میدان بن کر خدا تعالےٰ کی کتاب کے ذریعے فیصلہ نہیں کر لیتے۔ اور کیوں گیدڑوں اور لومڑیوں کی طرح چھپ چھپ کے حملے کرتے ہیں۔ پھر کیوں خدا پر فیصلہ نہیں چھوڑتے۔ اور خدا سے دعا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ کہ جو جھوٹا ہے۔ اسے تباہ کر۔ انسانی فیصلوں اور راؤں کو جانے دو۔ اور خدا کے سامنے آؤ۔ تاکہ اس سے دعا کی جائے۔ کہ جو جھوٹا ہے۔ وہ ہلاک ہو جائے۔ اور جو سچا ہے۔ وہ بچ جائے۔ کیا خدا تعالیٰ کا فیصلہ جھوٹا ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں۔ تو پھر کیوں خدا سے فیصلہ نہیں کرا لیا جاتا۔ اور کیوں اس طرح تفرقہ نہیں مٹا دیا جاتا۔" (عرفان الٰہی ص ۹۲ سنہ ۱۹۱۹ء)

ناظرین کرام! اس چیلنج کا شائع ہونا تھا۔ کہ اہل پیغام اور ان کے امیر کو سرخ موت نظر آنے لگی۔ اور ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ وہ سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ کے مقابل مرد میدان بنکر کسی آیت یا رکوع کی تفسیر لکھتا۔ یا میدانِ مباہلہ میں ہی آ کر حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرا لیتا۔ لیکن اب جبکہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے خلافت ثانیہ پر چھبیس برس گذر چکے۔ اور اس عرصہ میں ہزارہا سعید روحیں خدا کے قائم کردہ خلیفہ سیدنا و امامنا لخت جگر مسیحا کے ذریعہ شمع صداقت پر پروانوں کی طرح اپنی جانیں اور مال نچھاور کرنے کے لئے تیار بر تیار ہو گئیں۔ تو مصری فتنہ کے نام سے ایک اور فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کا انشاء اللہ دیگر فتنوں کی طرح جلد ہی خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن وہی فتنہ پیغامیاں جو حضرت مولانا نور الدین اعظم رضہ کی وفات کے معاً بعد ظہور میں آیا تھا۔ اور بعد ازاں اہل حق

کی ضرب کاری سے چھبیس برس تک دبا رہا۔ اب پھر اسی مصری فتنہ کی بدولت اور شہ پر اپنی پہلی سی ناکام کوششوں اور بد ارادوں کے ساتھ سر نکال رہا ہے۔ اور اس کے سر کردہ لیڈر جناب مولوی محمد علی صاحب پھر چونک پڑے ہیں۔ اور باطل شکن حضرت محمود ایدہ اللہ اور اس کے خادمان کو مندرجہ ذیل الفاظ میں خطاب کر رہے ہیں۔ کہ

"صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے عقائد کو بگاڑنے والا کون ہے۔ اور قادیان میں وہ جم غفیر اور لشکر کونسا ہے۔ جو حضرت صاحب کے لگائے ہوئے باغ کو کاٹنا چاہتا ہے۔ اور آپ کی تعلیمات کو بگاڑنا چاہتا ہے۔ جو کوئی بھی ہو۔ وہ یقیناً ناکام ہوگا۔ اسی لئے جناب میاں صاحب کو چاہیئے۔ کہ میدان میں نکلیں۔ اور اس بات کا فیصلہ کر لیں۔ کہ حضرت مسیح موعود ؑ کی تعلیم کو کونسا فریق بگاڑ رہا ہے۔ آیا وہ جماعت لاہور ہے۔ یا قادیان ... وہ کون ہے جو گھمنڈ میں آکر حضرت صاحب کی تعلیمات کو برباد کر رہا ہے۔ یہ گھمنڈ خدا نے چاہا۔ تو بہر حال ٹوٹ جائے گا۔ وہ مقابلہ میں نکلیں۔ تو دنیا دیکھ لیگی۔ کہ ان کے پاس مقابلہ کے لئے کوئی ہتھیار نہیں۔ اور نہ نکلیں تب بھی دنیا پر روشن ہو جائے گا۔ کہ ان کے لئے فرار کی کوئی جگہ نہیں۔ فیصلہ اس ایک بات کا اور اسی ایک بات کا ہونا چاہیئے کہ جماعت قادیان اور جماعت لاہور میں سے کونسا فریق حضرت مسیح موعود کے عقیدہ کو بگاڑنا چاہتا ہے۔ اور کون وہ ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد پر قائم ہے۔" (پیغام صلح ۱۸ اپریل ۱۹۴۰ء کالم ۱)

لہذا نہایت شوق سے گذارش ہے۔ کہ اگر جناب مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام اپنے مندرجہ بالا چیلنج پر ریاکارانہ نہیں۔ بلکہ سچے دل اور ارادے سے قائم ہیں۔ تو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کر لیں۔ تا ان کی رہی سہی حسرت بھی پوری ہو جائے۔ اور دنیا دیکھ لے۔ کہ کونسا فریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عین منشا کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ اور کون اسے چھوڑ رہا ہے۔

پیغام پارٹی کے ممبرو! خود سنو اور اپنے "امیر ایدہ اللہ" کو سنا دو۔ کہ ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود اپنے قدیمی چیلنج پر بدستور فیصلہ کے لئے تیار بر تیار ہیں۔ جو کہ انہوں نے ۱۰ ستمبر ۱۹۱۵ء کے خطبہ جمعہ میں بایں الفاظ دوہرایا تھا۔ کہ

"ہم قسم کھائیں گے اور ضرور کھائیں گے۔ کیونکہ ہم وہ ہیں۔ جن کا قدم خدا کے فضل سے کسی مقابلہ میں پیچھے نہیں ہٹتا۔ لیکن وہ (پیغامی حضرات۔ مجاہد) یاد رکھیں کہ جب ہم انہیں قسم دیں گے۔ اور حق بات کے لئے دیں گے۔ تو وہ نہیں کھائیں گے۔ اور اگر کھائینگے تو جس طرح یہ سورج نظر آ رہا ہے۔ اور اس میں کسی کو شک نہیں۔ اور جس طرح ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ اور اس میں کچھ کلام نہیں۔ اسی طرح صاف طور پر وہ تباہ ہو جائیں گے۔ انہوں نے ایسی تلوار تیار کی ہے۔ جو ہماری گردنوں پر نہیں۔ بلکہ ان کی گردنوں پر چلے گی۔ انہوں نے ایسا گڑھا کھودا ہے۔ جو ہمارے لئے نہیں۔ بلکہ ان کے گرنے کے لئے ہے۔ ہم قسمیں کھائیں گے۔ اور بتائیں گے کہ ہم اسی وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعودؑ زندہ تھے۔ آپ کو نبی مانتے تھے۔ لیکن وہ قسمیں نہیں کھائیں گے۔ چنانچہ ابھی سے انہوں نے یہ شرطیں لگانی شروع کر دی ہیں۔ کہ تمہاری قسمیں بیہودہ اور لغو باتوں کے متعلق ہیں۔ یہ قسم نہ کھانے کے سامان ہیں۔ لیکن میں قسم کھاتا ہوں۔ وہ خدا جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ خدا جو عذاب کی طاقت رکھتا ہے۔ وہ خدا جس نے میری جان کو قبض کرنا ہے۔ وہ خدا جو زندہ اور جزا سزا دینے والا ہے۔ وہ خدا جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ اور وہ خدا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب کو اسی وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعودؑ زندہ تھے۔ اسی طرح نبی مانتا تھا جس طرح کہ اب مانتا ہوں۔ میں اس بات کے لئے بھی قسم کھاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے دوبارہ مجھے منہ درمنہ کھڑے ہو کر کہا ہے۔ کہ مسیح موعود نبی تھے...... میں نے قسم کھائی ہے۔ اور باقی ہماری جماعت کے لوگ قسم کھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں۔ کہ یہ تلوار انہی کی گردنوں پر چلے گی۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم قسم کھانے سے بھاگتے ہیں۔ میں قسم کھانے سے نہیں بھاگتا۔ بلکہ مباہلہ کے لئے تیار ہوں" (الفضل جلد ۳ نمبر ۱۲۹ پرچہ ۲۲ اپریل ۱۹۱۶ء)

اب میں امیر پیغام ہی کے الفاظ میں اسی حی و قیوم خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔

"کہ آؤ سب سے پہلے ایک بات کا فیصلہ کر لو۔ اور جب تک وہ فیصلہ نہ ہو جائے۔ دوسرے معاملات کو ملتوی رکھو۔ اصل جڑ اختلاف کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قسم نبوت کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ میں ایک حد تک ہم میں اتفاق بھی ہے۔ اور اس اتفاق کے ساتھ کچھ اختلاف بھی ہے۔ جس قدر مسائل اختلافی ہم دو فریق میں ہیں۔ وہ اسی اختلاف مسئلہ نبوت سے پیدا ہوتے ہیں"۔ (ٹریکٹ نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق)

کیا جناب مولوی محمد علی صاحب امیر المنکرین مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہمارے ساتھ ہر دو طریق فیصلہ مناظرہ اور مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ اگر تیار ہیں۔ تو مکرمی مولانا ابوالعطاء اللہ دتا صاحب فاضل جالندھری مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے شرائط وغیرہ طے کر لیں۔ تا اہل علم احباب پر اور بھی واضح ہو جائے۔ کہ کونسا فریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور کھلے کھلے فیصلوں سے روگردانی کر رہا ہے۔ اور کون حضرت کے صحیح مشن کی اشاعت میں دن رات مصروف ہے۔

ہم نے یہ مانا کہ ان کے دل ہیں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی آگ
کتنے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں ناامید
آیت لا تیئسوا رکھتی ہے دل کو استوار

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خادم احمدیت خواجہ خورشید احمد مجاہد سیالکوٹی احمدیہ دار التبلیغ سری گوبند پور۔

خلافت جوبلی فنڈ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ خلافت جوبلی منائے جانے کے بعد بھی دوستوں کے دلوں میں یہ احساس ہے۔ کہ ان کے ذمہ جوبلی فنڈ کے وعدوں میں سے جو بقایا جات رہ گئے ہیں۔ ان کو ادا کیا جائے۔ اور کئی مقامات سے اطلاعات آ رہی ہیں۔ کہ ان بقایا جات کو ایک معین اور قلیل ترین مدت میں ادا کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بات زیادہ خوشی کا موجب ہے۔ کہ کئی ایک احباب کی طرف سے جوبلی فنڈ کے لئے مزید وعدے بڑے زور شور سے بھیجے جا رہے ہیں۔ چنانچہ یکم اپریل سے لیکر اب تک جو نئے وعدے نظارت ہذا میں موصول ہوئے ہیں۔ ان کی مقدار ۱۶۳۹۶/- روپیہ ہے۔ لیکن بایں ہمہ احباب جماعت کے ذمہ ایک معقول رقم ابھی تک قابل ادا ہے۔ جسکی مقدار پچاس ہزار کے قریب ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ احباب جلد سے جلد اس ذمہ واری سے سبکدوش ہو کر سرخروئی حاصل کریں گے۔

پس عہدیداران جماعت کو اور نیز تمام افراد جماعت کو اس بات کی فکر کرنی چاہیئے۔ کہ اس سنہری کارنامے کو جو ہم نے خود بطیب خاطر اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ تکمیل تک پہنچائیں۔ بعض بڑی جماعتوں کے ذمہ بھی گراں قدر رقمیں واجب الادا ہیں۔ ان کو خاص طور پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ وہ اس ذمہ واری کے ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ احباب یہ معلوم کر کے خوش ہوں گے۔ کہ اس وقت تک وعدوں کی رقم تین لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ اور وصول شدہ رقم اڑھائی لاکھ سے زائد ہے۔ (ناظر بیت المال)

نفسیات تعلیم

لڑکپن اور عنفوان شباب کی خصوصیات اور مناسب حال تعلیمی رسائل

کہا جاتا ہے۔ کہ جسمانی ارتقاء کی طرح ذہنی ارتقاء بھی مسلسل اور یکساں نہیں ہوتا۔ بچہ ابتدائی تین سال کے دوران میں سرعت سے جسمانی اور ذہنی ترقی کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن ۴ سے ۶ سال کے دوران میں مزید ارتقاء کی بجائے گذشتہ ارتقاء راسخ اور اس کے اثرات مستحکم ہوتے رہتے ہیں۔ سات سے ۹ سال تک پھر ارتقاء کا زمانہ ہوتا ہے۔ جس کے بعد ۱۰ سے ۱۲ تک استحکام کا زمانہ آجاتا ہے۔ جس طرح عرصہ ارتقاء حیات انسانی کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح عرصۂ استحکام بھی نہایت اہم ہے۔

لڑکپن کی نمایاں اور اہم خصوصیت یہی عرصۂ استحکام ہے۔ جس میں کہا جاتا ہے۔ کہ لڑکا بظاہر مرد بن جاتا ہے۔ اس میں ایک حد تک وہی اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو ایک جوانمرد میں موجود ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کے آخری سالوں میں لڑکے میں ایک حد تک اعتماد نفسی پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا سے آشنا ہو چکا ہوتا ہے۔ اپنے تئیں ایک حد تک آزاد محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے۔ کہ اسے کون کونسے ذرائع اختیار کرنا چاہئیں۔ جن سے وہ اپنے لئے سامان راحت مہیا کر سکتا ہے۔

اس کی دوسری خصوصیت جبلت اجتماع کی نمو ہے۔ ابتداءً بچے علیحدہ یا معدودے چند ہمجولیوں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ چھ سات سال کی عمر میں گروہ کے ساتھ مل کر کھیلنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ ۹ سال کی عمر میں یہ خواہش زیادہ نمایاں ہو جاتی اور اہم شکل اختیار کر لیتی ہے۔ بارہ سال کی عمر میں یہ خواہش ٹیم میں کھیلنے کے شوق کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ اندرونی دنیا سے نکل کر اب لڑکا بیرونی دنیا میں دلچسپی لینا شروع کر دیتا ہے۔ اپنے قویٰ کے اظہار اور تسکین کے لئے اب وہ بیرونی دنیا میں میدان عمل تلاش کرتا ہے۔

ان خصوصیات کے پیش نظر ۶-۷ سال کی عمر میں اگر بچے کے لئے ایسے سامان مہیا کر دیئے جائیں۔ جن سے اسے دوسروں کے ساتھ مل کر

کام کرنے اور کھیلنے کا موقعہ ملے۔ تو اسکی جبلت اجتماع اسکی شخصیت کی نمو اور اس کے ذہنی و اخلاقی ارتقاء پر نہایت خوشکن اثر کر سکتی ہے۔ تحریک سکاؤٹ کی بنیاد اسی اصل پر رکھی گئی ہے۔

۹ سے بارہ سال تک کی عمر میں گروہ کے ساتھ مل کر کام کرنے کی زبردست خواہش کے پیش نظر استاد کو لڑکوں کے گروہ سے ہمدردانہ سلوک کرنا چاہیئے۔ طلباء میں اس امر کا احساس پیدا کر دینا چاہیئے۔ کہ وہ ان کی اس خواہش میں حارج نہیں ہو رہا۔ ورنہ ان کے دل میں استاد کے خلاف جذبۂ نفرت پیدا ہونے کا امکان ہے۔ بایں ہمہ استاد کے لئے ضروری ہے۔ کہ غیر محسوس طور پر بچوں کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے ایسے سامان پیدا کر دے۔ جو ان کے لئے سبق آموز ہوں۔ اور ان کی تعلیم کا ذریعہ بنیں۔

چونکہ اس دور میں طالب علم کو دنیوی حقائق معلوم کرنے کی جستجو ہوتی ہے۔ اسلیئے تعلیمی نصاب تیار کرتے وقت ایسی کتب مقرر کرنی چاہئیں۔ جو مختلف امور کی حقیقت اور مختلف مشینوں کے کام کے اصول پر روشنی ڈالیں۔ مثلاً یہ کہ ہوائی جہاز کس طرح اڑتا ہے۔ یا یہ کہ ریل گاڑی اور موٹر کار کس طرح چلتی ہیں اور کن اصول پر کام کرتی ہیں۔ نیز اس زمانہ میں طالب علم جاسوسی کی کہانیوں۔ سفر ناموں اور دلیرانہ اولوالعزمی کی کہانیوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔

عنفوانِ شباب

اس دور کی علامات مندرجہ ذیل ہیں:۔

وزن اور قد میں دفعتہً اضافہ۔ ہڈیوں پھیپھڑوں اور دیگر اعضاء جسمانی کا بڑھنا۔ آواز کا بھاری ہو جانا۔ علاماتِ شباب (ڈاڑھی وغیرہ) کا ظہور جن کی وجہ سے خیالات و افکار میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔

اس دور کی نمایاں خصوصیت تلاطم جذبات و خیالات ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ دور عہدِ طفولیت کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جس کی خصوصیات اس عہد کی خصوصیات سے مشابہ ہیں۔ اس زمانہ میں لڑکا اپنے تئیں اس قابل نہیں سمجھتا۔ کہ ذمہ واری کا بوجھ اٹھا سکے۔ اس لئے وہ بچپن کی طرح عالم خیال میں پناہ گزیں ہو جاتا ہے۔ ہوائی قلعوں کی تعمیر اس دور کا خاصہ ہے۔

اس لئے نوخیز جوان کی ہمیشہ یہی خواہش ہوتی ہے کہ دنیاوی سلاسل سے آزاد ہو کر وہ عالم تخیل میں محو رہے۔ دنیا کے تلخ حقائق کا سامنا اسے دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک خیالی دنیا پیدا کر کے اسکی خوشنما وادیوں میں محو گلگشت ہو جاتا۔ اور دنیوی ہم وغم فراموش کر دینے کی کوشش کرتا ہے۔ گذشتہ دور میں اظہار خودی کے لئے جو بیرونی دنیا میں راہِ عمل تلاش کرنے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ اس دور میں مفقود ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے تئیں تلخیاں برداشت کرنے کے ناقابل یقین کر کے اندرونی دنیا میں پناہ لیتا ہے۔

عموماً طالب علم اس دور میں ناسازئ طبع کی شکایت کر کے اپنی ذمہ واری سے آزاد ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اگر اسکی اس خواہش کے احترام میں اسے خیالی دنیا میں پناہ لینے کی اجازت دے دی جائے۔ تو آئندہ زندگی میں ذمہ واریوں کا گراں بوجھ اٹھانے کی اس میں قابلیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسکی ذہنی و جسمانی ترقی رک جاتی ہے۔ اور وہ ایک لمبے عرصہ تک اسی دور میں سرگردان رہتا ہے۔ ایسے حالات میں عالم خیال میں محویت اور پناہ گزینی کی اجازت کی بجائے اسے دنیوی حقائق سے روشناس کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تا وہ جلد سے جلد ان تلخیوں اور ناگواریوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر حقیقی دنیا میں وہ کام کر سکے۔ جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔ خیالی دنیا میں پناہ لینے کی اجازت دینا اس سے دشمنی کا ثبوت ہوگا۔ نہ کہ خیر خواہی کا۔

متذکرۃ الصدر خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے جسمانی ورزش اور ذہنی کدوکاوش کے سامان مہیا کر کے نوخیز جوان کو مجبور کرنا چاہیئے۔ کہ ان میں حصہ لے۔

جس طرح بچپن میں بچہ کو متخالف و متناقض جذبات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ نوخیز جوان کو بھی اسی قسم کی متخالف کیفیات سے واسطہ پڑتا ہے۔ کبھی جذبات کی تلاطم خیز موجیں اسے بے چین کر رہی ہوتی ہیں۔ تو کبھی سرد مہری و افسردگی غالب ہوتی ہے۔

بچہ میں جو احساس محبت پنہاں ہوتا ہے۔ نوخیز جوان میں زیادہ نمایاں شکل اختیار کر لیتا ہے۔ وہ ہر کس و ناکس سے محبت کا اظہار کرنے کے لئے بے تاب رہتا ہے۔ ابتداءً اس کا نفس ہی جذباتِ محبت کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی ہی ذات کا والہ و شیدا ہوتا ہے۔ اور اسی کے آرام کا اسے ہر آن خیال رہتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اسکی محبت اپنی ہی جنس کے دیگر افراد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ محبت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بالآخر اسکی محبت دوسری جنس کے افراد سے وابستہ ہو جانا چاہتی ہے۔

یہ تلاطم خیز اور خورج توجہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر ان کرب و اضطراب کے ایام میں نوجوان کی صحیح راہنمائی نہ کی جائے۔ تو اس کا اخلاقی معیار عمر بھر پست اور اس کا کیرکٹر نہایت کمزور واقع ہو جاتا ہے۔ اور نوجوان بچوں ایسی حرکات شروع کر دیتا ہے۔ ان نقائص سے محفوظ رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل طریق اختیار کرنا چاہیئے۔

جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ نوجوان محبت کے لئے بیتاب رہتا ہے۔ اس کے اس جذبہ کو دبانا اور اسے مصروف عمل نہ ہونے دینا تو ضرر رساں ہے۔ البتہ اس کے لئے بہتر راہِ عمل پیدا کرنا ممکن ہے۔ اس طرح کہ اس جذبہ کو افراد سے اوصاف کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ بجائے اس شخص کی محبت کے ان اوصاف سے محبت پیدا کر دی جائے۔ جو اس شخص میں ہیں۔ نیز اس طرح کہ یہ رشتۂ محبت بجائے ثانی انسان کے خدا تعالےٰ سے جوڑ دیا جائے۔

اس دور میں دیگر قویٰ کی طرح شہوانی قوتیں بھی زوروں پر ہوتی ہیں۔ یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کہ اس عمر میں اصل حالت میں ان کی تسکین کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ ان کی براہِ راست تسکین علاوہ اخلاقی نقائص کے سوسائٹی کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس لئے ایسے ذرائع مہیا کرنا ضروری ہیں۔ جن کے ذریعہ ان قویٰ کے برے اثرات سے نوجوان محفوظ رہے۔ ماہرین نفسیات کا خیال ہے۔ کہ ورزش جسمانی اس مقصد کے لئے نہایت مفید ہے۔ اس لئے اس عمر میں نوجوانوں کے لئے کھیلوں میں حصہ لینے کے سامان نہایت ضروری ہیں۔ اسی طرح اگر نوجوان کے لئے ایسے مواقع بہم پہنچائے جائیں۔ جن میں وہ آزادانہ تعمیر کر سکے۔ اور بعض اشیاء بنا سکے۔ تو یہ بھی ان نتائج بد سے نجات دلانے میں ممد ہو سکتے ہیں۔

اس دور کی ایک خصوصیت یہ ہے۔ کہ اعتماد نفس کے جو آثار گذشتہ دور میں نمایاں ہوئے تھے مفقود ہو جاتے ہیں۔ جس طرح بچپن میں بچہ کا انحصار دوسروں پر ہوتا ہے۔ اسی طرح اس دور میں نوجوان اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی بجائے اپنے تئیں دوسروں پر منحصر یقین کرتا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کو جن میں کوئی نمایاں وصف موجود ہو۔ پیش نظر رکھ کر ان کی تتبع شروع کر دیتا ہے۔ اسکی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کے نہایت مفید نتائج پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ ایسے اشخاص کی سوانح حیات کا مطالعہ جنہوں نے دین و دنیا کی خدمات سرانجام دی ہوں۔ یا سائنس کے حقائق دریافت کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کی ہو۔ نوجوان کے دل میں امنگیں پیدا کر سکتا ہے۔ وہ ان ہستیوں کو اسوہ اور نمونہ قرار دے کر انہی کے نقش قدم پر چلنا اور انہی کے اوصاف سے متصف ہونا شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے زیادہ تر ایسی ہی کتب پر توجہ مرتکز کرنی چاہیئے۔ جن میں تاریخی ہستیوں کی سوانح حیات کا ذکر ہو۔

اکثر نوجوان استاد ہی کو اسوہ قرار دے کر اس کا تتبع اخلاق و اطوار میں اسی کے رنگ میں رنگین ہونا شروع کر دیتے ہیں۔ اسلیئے اساتذہ کو طلباء کے سامنے اخلاق و اطوار میں اعلیٰ نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔

تعلیمی لحاظ سے یہ نہایت اہم دور ہے۔ قدم قدم پر نوجوان بے انتہا مشکلات محسوس کرتا ہے۔ جنہیں دور کرنے کے لئے ان کی صحیح راہنمائی کرنا اور ایسے ذرائع اختیار کرنا جو اسکی شخصیت کی تشکیل میں ممد ہوں۔ نہایت ضروری ہے۔

عالمِ شباب

اس دور میں انسانی ذہنی و جسمانی قویٰ مکمل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اب دوسرے دور کی طرح مگر زیادہ مکمل شکل میں اعتماد نفس پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ اور انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے۔ تمام ذمہ واریوں کا بار اٹھانے اور دنیا میں کچھ کام کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس تکمیل کے بعد مزید تعلیم کی چنداں ضرورت نہیں رہتی اس لئے ماہرین تعلیم کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ تعلیم و تربیت کے لئے اپنی توجہ اس دور سے پہلے دوروں پر مرتکز رکھیں۔ اور ہر دور میں اسکی خصوصیات کے پیش نظر ایسے مناسب حال ذرائع اختیار کریں۔ جو بہترین نتائج پیدا کر سکیں۔

خاکسار خالد ایم۔ اے

تحریک قرضہ ایک لاکھ کی واپسی

تحریک قرضہ ایک لاکھ میں سے جن رقموں کی واپسی اپنی میعاد کی رو سے واجب آ پڑتی ہے۔ وہ رسیدوں کے پیش کرنے پر باقاعدہ طور سے واپس کی جا رہی ہیں۔ اس کے علاوہ جن احباب کو اپنے روپیہ کے واپس لینے کی اشد ضرورت پیش آ جائے۔ ان کو بھی حتی الوسع روپیہ واپس کر دیا جاتا ہے۔

ان دونوں صورتوں کے لئے گذشتہ ماہ امان/مارچ اور ماہ حال میں قریباً چھ ہزار روپیہ کی رقم واپس کی گئی ہے۔ اور اب صرف قریباً بائیس ہزار روپیہ کی رقم باقی واجب الادا رہ گئی ہے۔ احباب کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ (ناظر بیت المال)

درخواست دعا مکرمی مرزا گلزار حسین صاحب کرگل سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اُن کے ماموں زاد بھائی مرزا شہاب الدین صاحب بی۔ اے پسر مرزا جمال الدین صاحب خان بہادر نے ایک ملازمت کے لئے امتحان دیا ہے۔ اس کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی جائے۔ نیز ان کے ماموں مرزا غلام قادر صاحب عرصہ سے بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے احباب درد دل سے دعا کریں۔

تبلیغی رپورٹ مشن ہائے تحریک جدید بیرون ہند

سنگاپور

مولوی غلام حسین صاحب ایاز ۱۳ر امان تا ۲۰ر امان ۱۳ر کو گھر سے نکل تبلیغ کے لئے گیا۔ دو بجے تک تبلیغ کرتا رہا۔ اور پھر واپس گھر آیا۔ ۵ بجے ایک دوست کے مکان پر گیا۔ چونکہ وہ ابھی دفتر سے نہیں آیا تھا۔ اس لئے واپس آ گیا۔ چونکہ جمعہ کے دن دس بجے سے عام مسائل کا وقت رکھا ہؤا ہے۔ اس لئے دوست دس بجے آ جاتے ہیں۔ اور جو مسائل ان کو سابقہ ہفتہ پیش آتے ہیں۔ وہ حل کر دیئے جاتے ہیں۔ اور بعض مسائل لکھا دیئے جاتے ہیں۔ اور ۲ بجے تک نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دوست۔ چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ایک جگہ چلا گیا۔ وہاں جنگ کے متعلق باتیں شروع ہو گئیں۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں جنگ کے متعلق بیان کرنے کا موقعہ مل گیا۔ اگلے دن ایک احمدی دوست کے گھر گیا۔ ان کی اہلیہ دمہ کی بیماری سے بیمار تھی۔ وہاں ایک بنگالی آ گیا۔ اس کے ساتھ سلسلہ کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ اور پہلے تو اس نے مخالفانہ طریق اختیار کیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ہمارے کلکتہ کے مولوی جن کا شہرہ ساری دنیا میں ہو رہا ہے۔ اور مدینہ منورہ میں ان کی دھاک ہے۔ ابھی انہوں نے تو آپ کے امام مہدی کو قبول نہیں کیا۔ اور ہم کس طرح کر لیں۔ جب کافی دیر تک سلسلہ گفتگو جاری رہا۔ تو کہنے لگا۔ کہ تم کو کلکتہ میں جا کر تبلیغ کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا۔ کہ کلکتہ میں بھی ہمارے مبلغ ہیں۔ آخر آئندہ آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ شام کو بعض ڈاکخانہ کے کلرکوں سے گفتگو ہوئی۔ انہوں نے کہا۔ آپ بتائیں۔ کہ آپ کبھی اللہ تعالیٰ سے ملے ہیں۔ پہلے تو میں نے ان کے اس سوال سے ان کو باز رکھا۔ لیکن جب زیادہ زور دیا۔ تو میں نے ان کو اپنی بعض تازہ خوابیں بتائیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری ہو رہی تھیں۔ اس پر وہ حیران ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ کیا آپ ہر بات پر خدا کو ہی تکلیف دیتے ہیں۔

جاپان

حافظ عبد الغفور صاحب یکم سے سولہ مارچ تک اس عرصہ میں مسٹر ہوندا مسٹر ساوا ہندوستانی زبان کے پروفیسر ہیں۔ مسٹر موتو ایک جاپانی رسالہ کے ایڈیٹر ہیں۔ مسٹر سمتھ عیسائی پادری ہیں۔ ان سے ملا اور تبلیغ کی گئی۔ مسٹر   نے دعوت پر بلایا۔ اور مسٹر یوسف کے بچوں کو پڑھایا۔ اور جاپانی کا سبق پڑھتا رہا۔ فاروق کے لئے مضمون لکھا۔ مسٹر بیاشی سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی عمر ۲۷ سال ہے۔ اور پرائمری سکول میں استاد ہیں۔ انگریزی پڑھ رہے ہیں۔ اور اسلام کا بھی مطالعہ کر رہے ہیں۔ اور زیادہ تر اسلامی روح کو معلوم کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تنری کیو مذہب کا مطالعہ کیا۔ ان کا خط حضور کے ملاحظہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

جاوا

ملک عزیز احمد صاحب - حدیث امان کا ترجمہ ملائی زبان میں کیا۔ اور ملائی زبان کے لٹریچر کا مطالعہ کیا۔ ۳ر مارچ کو یوم التبلیغ تھا۔ اشتہار تقسیم کئے۔ اور ایک سے چار بجے تک عام تبلیغی کام میں مشغول رہا۔ اسی عرصہ میں سن رائز اور اخبارات کا مطالعہ کیا۔ ایک چینی انجمن نے تقریر کے لئے دعوت دی تھی۔ وہاں گیا اور ۱۰ منٹ تقریر کرنے کا موقع ملا۔ مولوی عبد الواحد صاحب سماٹری تشریف لائے۔ ان کی تقریر وغیرہ کا انتظام کیا۔ مولوی صاحب مذکور کو بندرگاہ پر سے کر گیا۔ جمعہ کی تیاری کی۔ اور مولوی صاحب کے ساتھ نماز کے لئے چلا گیا۔ اس عرصہ میں چار دوستوں نے بیعت کی۔ اور داخل سلسلہ ہوئے۔ مسجد کی مرمت تمام احمدی احباب نے مل کر اپنے ہاتھوں سے کی۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ (ناظم تبلیغ تحریک جدید بیرون ہند)

جاپان کا ہفتہ

تنری کیو

فاروق کے خصوصی نامہ نگار جاپان کی چٹھی

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم ..... افلا تعقلون ۰ (یوسف ۱۲)

تنری کیو کی بانیہ اور اس کے مختصر حالات

جیسا کہ شنتو ازم کے بیان میں عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ شنتو ازم دو بڑی شاخوں میں منقسم ہے۔ قومی شنتو۔ اور شنتو جس میں تیرہ فرقے پائے جاتے ہیں۔ سرکاری طور پر تنری کیو ان تیرہ فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے ماننے والے اس کو مختلف اور بالکل الگ وجود سمجھتے ہیں۔

اس مذہب کی بانیہ "Miki" میکی نام عورت تھی۔ ۱۸ر اپریل ۱۷۹۸ء کو نارا کے قریب (San maiden) "سانمائیدن" گاؤں کے ایک امیر گھر میں پیدا ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پیدائش کے دن اس مقام پر ٹھیک خالی کے لئے پانچ رنگ کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ گاؤں والے حیران تھے۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

آپ نے اس زمانہ کے مطابق پانچ سال سکول میں تعلیم حاصل کی۔ خاندان چونکہ بدھ ازم کا ماننے والا تھا۔ اس لئے آپ بھی بدھ تھیں۔ اور خاص مذہبی رجحان رکھتی تھیں۔ مذہبی رسومات اور عبادات میں انتہائی سرور محسوس کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو ایک وقت تک نن بننے کا بھی شوق رہا۔

پہلا معجزہ:۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ شادی کی رسم ادا کئے جانے کے بعد خاوند کے گھر چلی گئیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کے ایک پڑوسی کا بچہ سخت بیمار ہؤا۔ بچنے کی امید باقی نہ رہی۔ اس بچہ کو آپ ازراہ ترحم دودھ بھی پلاتی رہی تھیں۔ جب ڈاکٹروں اور مذہبی عاملوں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ اور بالکل جواب دے دیا۔ تو اس حالت کو دیکھ کر آپ کا جذبہ رحم جوش میں آیا۔ آپ نے دیوتاؤں اور بدھ سے نہایت لجاجت اور انکساری کے ساتھ دعا کرنی شروع کی۔ یہاں تک کہ بچہ شفا پا گیا۔

الہام کا آغاز:۔ ایک دفعہ آپ کے بڑے لڑکے ماسٹر شوجی کے پاؤں میں کوئی تکلیف ہوئی۔ ہر چند ڈاکٹروں کا علاج کرایا گیا۔ مگر بے فائدہ آخر ایک بدھسٹ عامل کو بلایا گیا۔ اس کے عمل سے وقتی طور پر تکلیف رفع ہو گئی۔

پھر ایک دفعہ اس تکلیف کا دورہ ہؤا۔ جس پر پھر اسی عامل کو تلاش کیا گیا۔ اس دفعہ عمل کے لئے "واسطہ" بننے کے لئے کوئی عورت نہ تھی۔ مجبوراً میکی کو یہ کام سرانجام دینا پڑا۔ جوں جوں منتر پڑھا جاتا تھا۔ میکی پر وجد کی سی حالت طاری ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بالکل بیہوشی کی سی حالت ہو گئی۔ اور جب اس سے پوچھا گیا۔ کہ کونسا دیوتا نازل ہؤا ہے۔ تو اس کا جواب تھا آسمانی گورنر۔ اور کہا۔ کہ یہی حقیقی دیوتا ہے۔ جو دنیا کی مخلوقات کو بچانے کے لئے اترا ہے۔ آسمانی ارادہ ہے۔ کہ میکی کے وجود کو دیوتا کا گھر بنایا جائے۔

ماسٹر زنبئی میکی کا خاوند حیران تھا۔ کہ کیا کیا جائے۔ آخر اس نے دیوتا سے واپس چلے جانے کی درخواست کی۔ جس پر جواب ملا۔ کہ آسمانی فیصلہ کے رد کرنے میں خاندان کی تباہی ہو گی۔ وجد کی حالت متواتر تین دن تک جاری رہی۔ جس میں عامل و معمول آمنے سامنے بیٹھے رہے۔ اور جب تک زنبئی نے دیوتا کے نزول پر رضامندی کا اظہار نہ کیا۔ حالت دور نہ ہوئی۔

پھر ایک رات جب چھت میں بہت شور پیدا ہؤا۔ تو میکی پر وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ اس حالت میں پھر وہی دیوتا اور اور نو دیوتا نازل ہوئے۔ ان دس دیوتاؤں کا نام "تنریو" ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ قسط میں عرض کی جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ واقعہ ۲۶ر اکتوبر ۱۸۳۸ء کا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ ہر سال اس تاریخ کو تہوار منایا جاتا ہے۔

خیرات کرنا:۔ الہام ہؤا۔ کہ جو کچھ ہے خیرات کر دو۔ میکی نے پہلے تو اپنی اور اپنے بچوں کی مقبوضہ اشیاء خیرات کیں۔ پھر زمین اور مکان کو بھی آہستہ آہستہ فروخت کر کے خیرات میں دینا شروع کر دیا۔ خاوند اس پر بہت ناراض ہؤا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ مار ڈالنے کو تیار ہو گیا۔ ایک روز سفید کپڑے پہنا کر گھر کے مندر کے سامنے بٹھا دیا۔ ارادہ تھا۔ کہ رات کو اٹھ کر قتل کر دوں گا۔

میکی نے جب اس طرح خاوند کی ناراضگی اور رشتہ داروں کے طعن و تشنیع کو دیکھا۔ تو مر جانے کا پورا پورا تہیہ کر لیا۔ ارادہ کیا۔ کہ کنوئیں میں ڈوب کر مر جائے۔ مگر جب پھاندنے لگیں۔ تو ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ گویا فالج ہو گیا۔ اور جب کنوئیں سے منہ پھیرا۔ تو حالت درست ہو گئی۔ اسی طرح ایک تالاب میں ڈوب مرنے کو گئیں۔ مگر وہاں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

اسی دوران میں ماسٹر زنبئی ان کا خاوند ۶۶ سال کی عمر میں (۱۸۵۳) وفات پا گیا۔ اب صرف تین جانیں باقی تھیں۔ میکی اور اس کے دو بچے۔ ماسٹر شوجی اور مس کوکان۔ رہائش کے لئے ایک چھوٹا سا مکان بنا کر باقی سب خیرات میں دے دیا۔ گھر کی یہ حالت تھی۔ کہ نہ تو دیئے کے لئے تیل ہے۔ اور نہ سردیوں میں جلانے کے لئے ایندھن۔ بعض اوقات کہا کرتی تھیں۔ کہ اب تو گھر میں چوہوں کے لئے بھی کوئی شے نہیں۔ خاوند کی وفات کے دوسرے سال بعد آپ نے مس کوکان اور اور چند عورتوں کو سے کر تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اس طور پر کہ ادساکا جاکر "تنریو نو میکوتو" ہو کہنا شروع کیا۔ اور یہ بھی اظہار کیا۔ کہ مجھے بیماریاں دور کرنے پر قدرت دی گئی ہے۔ خاص کر ولادت بے درد اور چیچک کے لئے۔ چنانچہ آپ مریضوں کے گھروں پر جاتیں۔ اور ان کو شفا دیتیں۔ اس طرح لوگ آپ کے گرد جمع ہونے شروع ہو گئے۔ باقی

فاروق کے متعلق دو تجویزیں

گذشتہ اشاعت میں "خریداران فاروق کی خدمت میں چند معروضات" کی سرخی سے صفحہ ۱۵ پر خاکسار نے احباب کے سامنے دو تجویزیں پیش کی تھیں۔ جو کہ نہایت ضروری اور وقت کے مناسب تھیں۔ جن کا خلاصہ یہ تھا۔ چونکہ آج کل منکرین و معاندین خلافت پیغامیاں و مصریاں کی طرف سے "پیغام صلح" و "ینگ اسلام" میں جو در اصل "پیغام جنگ" اور "ننگ اسلام" ہیں۔ نہایت دریدہ دہنی اور بدزبانی سے سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مضامین نکل رہے ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ ان کا جلد جلد جواب دے کر حساب صاف کر دیا جائے۔

لیکن فاروق کی موجودہ اشاعت کی کمی سے اس کے صفحات ۱۲ ہوتے ہیں۔ اس لئے بہت سے ضروری مضامین بھی وقت پر نہ نکلنے کی وجہ سے التوا میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر فاروق کے صفحہ بجائے ۱۲ کے ۱۶ ہو جائیں۔ تو انشاء اللہ دونوں فتنوں کا سدباب اور دیگر علمی مضامین بھی ہفتہ وار نکل سکتے ہیں۔

لیکن چار صفحہ بڑھانے سے موجودہ زمانہ میں خاص طور پر جبکہ کاغذ اور چھپائی وغیرہ کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ کم از کم پانسو روپیہ سالانہ زیادہ خرچ ہوں گے۔ اور فاروق اس قدر خرچ کرنے کی گنجائش نہیں رکھتا۔ بنابریں احباب سے دو تجویزیں پیش کر کے استصواب کیا گیا تھا۔ کہ اگر دوستوں کو بھی اس ضرورت کا احساس ہو چکا ہے۔ اور وہ بھی فتنہ پیغامیاں و مصریاں کا علاج ضروری سمجھتے ہیں۔ تو ان دونوں تجویزوں میں سے کسی ایک پر عمل کر لیں۔

پہلی تجویز یہ تھی۔ کہ اگر جملہ خریداران فاروق اس سال کے لئے صرف ۸ر زائد چندہ ادا کر دیں تو فاروق کے ۴ صفحہ بڑھا دیئے جائیں گے۔ بشرطیکہ یہ اضافہ شدہ رقم پیشگی بذریعہ ٹکٹ ڈاک جو ایک ایک پیسہ والے ہوں۔ یا منی آرڈر کر کے یا محاسب صاحب بیت المال کے نام اپنے ماہواری چندوں کے ساتھ ارسال کر دیں۔ اگر یہ ناپسند ہو۔ تو **دوسری تجویز** یہ تھی۔ کہ موجودہ خریداران بلا توقف اگر کم از کم ایک ایک خریدار بنا کر اس کا چندہ پیشگی بھجوا دیں۔ یا وی۔ پی کے ذریعہ ادا کر دیں۔ تو اس صورت میں ۸ر زائد نہیں دینے پڑیں گے۔ صرف ڈھائی روپیہ ہی لئے جاویں گے۔ ہر مستقل طور پر فاروق کے صفحات آئندہ بجائے بارہ۱۲ کے سولہ۱۶ ہوں گے۔ لیکن یہ دوسری تجویز اس صورت میں نتیجہ خیز ہوگی۔ جبکہ جملہ موجودہ خریداران فاروق بغیر کسی عذر و معذرت کے ایک ایک نیا خریدار دے دیں۔ جس سے فاروق کی اشاعت دو ہزار ہو جائے گی۔ کیونکہ بغیر دو ہزار خریدار ہونے کے یہ تجویز مستقل طور پر عمل میں نہیں آسکتی۔ اور میں خوب جانتا ہوں۔ کہ اگر دوست ذرا سی ہمت سے کام لیں۔ تو ایک مہینے کے اندر وہ فاروق کے ایک ہزار نئے خریدار پیدا کر سکتے ہیں۔ جبکہ صرف ایک ایک خریدار ہی بنانے لگیں۔ اور ڈھائی روپیہ سالانہ چندہ پر ایسا مفید اور خوبیوں کا ہفتہ وار پرچہ آج ہندوستان کیا دنیا بھر میں نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے جلسہ سالانہ پر فاروق کے متعلق تحریک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ "**باوجود ان تمام خوبیوں کے فاروق کی قیمت صرف ڈھائی روپیہ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اڑھائی روپیہ سالانہ میں اس قسم کے اخبار کا لوگوں کو میسر آجانا غنیمت ہے۔** اور میر صاحب موجودہ زمانہ میں (جبکہ کاغذ کی قیمت دو چند ہو گئی ہے۔ اور دیگر اخراجات چھپائی وغیرہ بھی بڑھ گئے ہیں) **اتنا سستا اخبار لوگوں کو دیکر ذاتی طور پر بہت بڑی قربانی کر رہے ہیں** اور جب محض اڑھائی روپیہ سالانہ چندہ میں وہ **خطبہ جمعہ** بھی لے سکتے ہیں۔ اور **دوسرے مضامین** وغیرہ سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ **تو اس قدر سستا اخبار ہوتے ہوئے میرے نزدیک اسکی خریداری سے وہی شخص غفلت برت سکتا ہے۔ جسے علم سے ذرا بھی مس نہ ہو۔ دوسرا شخص اس قسم کی غفلت نہیں کر سکتا۔**" (تقریر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ)

پس میں یقین کرتا ہوں۔ کہ حضور کے اس ارشاد کو جب ہم ایک غریب سے غریب احمدی بھائی کے سامنے بھی رکھ دیں گے۔ تو وہ بلا تامل حضور کے ارشاد کی تعمیل میں فاروق جیسا سستا اور خوبیوں والا پرچہ خریدنے سے کبھی دریغ نہ کرے گا۔ درآنحالیکہ یہ ڈھائی روپیہ بھی کم استطاعت احباب سے دو دفعہ کر کے لئے جا سکتے ہیں۔ ایک روپیہ چار آنہ وہ بوقت خریداری فوراً ادا کر دیں۔ اور ایک روپیہ چار آنہ دو ششماہی گذرنے پر عطا کریں۔ آپ کو اس سے زیادہ اور کیا آسانی ہو سکتی ہے۔ اب بھی اگر آپ کو اپنے حلقہ احباب میں سے ایک ایک خریدار نہ مل سکے۔ تو یہ نا ممکن ہے۔

اب تک میری گذشتہ اشاعت والی اس تجویز کی طرف احباب نے توجہ نہیں کی۔ نہ معلوم وہ اس کو مفید نہیں سمجھتے۔ اور ضروری نہیں خیال کرتے۔ یا وہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ سے وہ جلد خاکسار ایڈیٹر فاروق کو مطلع فرما دیں گے۔ خدا کرے یہ آخری بات ہی صحیح ہو۔ کہ فاروق کے واسطے ہر ایک موجودہ خریدار ایک ایک خریدار پیدا کر رہا ہو۔

دوستو! کیا ڈھائی روپیہ سال بھی فاروق جیسے مفید پرچے کے واسطے آپ خرچ نہیں کر سکتے؟ جو یکمشت نہیں تو دو دفعہ کر کے ہی دے سکتے ہیں۔ خدا کرے۔ کہ آپ کے دل اس طرف توجہ کریں۔ اور اسی ماہ ہجرت کے اندر اندر آپ ایک ہزار نئے خریدار بنا دیں۔ چونکہ موجودہ خریدار اگر بلا استثنار صرف ایک ایک خریدار دے دیں۔ تو دو ہزار کی تعداد پوری ہو سکتی ہے۔ اگرچہ بعض فاروق کے ہمدرد اور خیر خواہ تو چار چار پانچ پانچ۔ آٹھ آٹھ تک خریدار دے سکتے ہیں۔ اور دیئے ہیں۔ جیسا کہ محترم فخر قوم آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ و مخدومم مکرم خان بہادر نواب محمد الدین صاحب مشیر مال جودھ پور و عزیزم چودھری عزیز احمد صاحب سب جج و مکرم بابو ناصر علی صاحب ہیڈ کلرک جھنگ و برادرم عبد المومن خاں صاحب ناصر آباد سٹیٹ۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کا اجر عظیم دونوں جہان میں عطا کرے۔ اور دوسرے دوستوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین

(خاکسار ایڈیٹر فاروق)

اڑھائی سو روپے کے انعامی مضامین

رسالہ "ریویو" اردو میں انشاء اللہ امسال اڑھائی سو روپے کے انعامی مضامین شائع کئے جائیں گے۔

انعامی رقوم کا بار حسب ذیل اصحاب نے برداشت کرنا منظور فرمایا ہے۔

(۱) نواب اکبر یار جنگ بہادر پچاس روپے۔

(۲) ایس۔ ایم حسن صاحب آئی۔ سی۔ ایس کرور (مدراس) پچاس روپے۔

(۳) ڈاکٹر سید محمد یوسف شاہ صاحب وزیر آباد پچیس روپے۔ ان کے علاوہ دو اور بزرگوں نے پچاس پچاس روپے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر انہوں نے اپنے نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رسالہ کی ترقی کے سلسلہ میں اعانت کرنے کا اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

انعامی مضامین کے عنوان حسب ذیل ہوں گے۔

(۱) "تحریک احمدیت کے قیام کی ضرورت اور مقصد"۔
(۲) "حضرت مسیح موعود بطل اسلام کی حیثیت میں"
(۳) "آخری شارع نبی کی بعثت چھٹی صدی عیسوی میں کیوں ہوئی"۔ (۴) "آخری شارع نبی کا ظہور عربوں میں کیوں ہوا" (۵) "اسلام اور دنیا کا سوشل نظام" (۶) "اسلام اور قومیت متحدہ"۔

ان میں سے پہلے چار عنوانوں پر لکھے ہوئے مضامین میں سے ہر مضمون کا انعام پچاس روپے ہوگا۔ اور آخری دو عنوانوں پر لکھے ہوئے مضامین میں سے ہر مضمون کا انعام پچیس روپے ہوگا۔

پہلے دو مضمون رسالہ ہذا کے "یوم التبلیغ نمبر" میں شائع ہوں گے۔ جو غیر احمدیوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے ہر سال منایا جاتا ہے۔ یہ مضامین پندرہ جون تک ہمیں مل جانے چاہئیں۔ کیونکہ یوم التبلیغ امسال جولائی کے مہینہ میں ہوگا۔ اور ہم یہ مضامین جولائی کے پرچہ میں شائع کریں گے۔ انشاء اللہ

تیسرا اور چوتھا مضمون ہمارے رسالہ کے سیرت خاتم النبیین نمبر میں درج ہوں گے۔ جو انشاء اللہ جلسہ ہائے سیرت النبی کی تقریب پر شائع ہوگا۔ یہ دونوں مضامین یکم ستمبر تک مل جانے چاہئیں۔

رسالہ "ریویو" بابت ماہ اپریل میں جو تاریخیں مضامین موصول ہونے کی لکھی گئی تھیں۔ انہیں منسوخ سمجھا جائے۔ مضامین موصولہ میں سے جو مضمون منصفوں کے فیصلہ کی رو سے اعلیٰ ہوں گے۔ ان کے لکھنے والوں کو انعامی رقوم دی جائیں گی۔ منصف حسب ذیل ام حوم اصحاب ہوں گے:۔

(۱) حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے
(۲) حضرت میر محمد اسحاق صاحب فاضل۔
(۳) جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے۔

کوئی مضمون رسالہ "ریویو" کے بیس صفحات سے کم اور پچیس صفحات سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ رسالہ کے ایک صفحہ پر قریباً چار سو لفظ آتے ہیں۔

اگر کسی امر کے متعلق مزید وضاحت مطلوب ہو۔ تو بذریعہ خط و کتابت دریافت فرما سکتے ہیں رسالہ کا سالانہ چندہ تین روپے ہے۔

(ایڈیٹر رسالہ "ریویو" اردو قادیان)

گذارش:۔ فاروق کے واسطے آپ ایک خریدار آج ہی بنا کر مطلع فرماویں۔

سورۃ الروم میں دو عظیم الشان پیشگوئیاں

سورۃ الروم میں وارد ہؤا :. الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ۔ ان آیات میں دو عظیم الشان پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی پیشگوئی

میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں۔ رومی مغلوب ہوگئے۔ قریب سرزمین میں۔ اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد غالب آئیں گے۔ نو سال کے اندر اندر پہلے اور پیچھے اللہ ہی کا حکم ہے۔

دوسری پیشگوئی

مذکورہ پیشگوئی کے بعد اسی تسلسل میں ایک اور عظیم الشان پیشگوئی بیان کی گئی اور وہ یہ ہے۔

اس دن (جس دن رومی غالب آئیں گے) مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اور وہ غالب رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔" یعنی اس وقت جبکہ رومی ایران پر نو سال کے اندر اندر غالب آئیں گے۔ مسلمانوں کو بھی فتح و نصرت ملے گی۔ گویا رومیوں اور مسلمانوں کے غلبہ کا ایک ہی وقت بتلایا گیا۔ ادھر رومی ایران پر غالب آئیں گے ادھر مسلمان مشرکین مکہ پر۔

یہ دو عظیم الشان پیشگوئیاں جو کہ سورۃ الروم کی پہلی چھ آیات میں بیان و عیاں ہوئیں۔ ایک ہی سال میں کس جاہ و جلال سے پوری ہوئیں۔ تاریخ کے اوراق اسکی شہادت بداہت دے رہے ہیں۔ لیکن غور طلب اور حیران کن امر تو یہ ہے۔ کہ یہ پیشگوئی اس وقت کی گئی۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مکہ میں انتہائی مغلوبیت اور ذلت کی زندگی کے دن گذار رہے تھے۔ اسی وقت ہاں اس وقت جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور آپؐ کے چند گنتی کے رفقاء کے ساتھ وہ وحشیانہ اور بے دردانہ سلوک روا رکھا گیا۔ کہ انسانیت نے اپنا سر پیٹ لیا۔ تاریخ کا وہ خونچکاں باب پڑھ کر دل دہل جاتا ہے۔ اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آتی ہیں۔ ہاں اسی کس مپرسی کی حالت میں مقدس نبی امی ایک بے آب و گیاہ ریگستان کے ایک کونے میں پڑا ہؤا سلطنت روما کی قسمت کا فیصلہ آسمان پر لکھا ہؤا پاتا ہے۔ ایسا فیصلہ جو کہ اس وقت قیاس و قرائن سے بعید تھا۔ جو فیصلہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا۔ لیکن نبی عربی نے اس نوشتہ الٰہی کا اعلان بہانگ بلند کر دیا۔ عرب کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ اور ملائکۃ اللہ اس فیصلہ کی تعمیل میں کھڑے ہو گئے۔ لیکن اسی پر بس نہیں۔ بلکہ اس فیصلہ کے ساتھ ایسی ہی بظاہر ناممکن الوقوع بات اور بڑھا دی۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ جب رومی غالب آئیں گے۔ تو مسلمان بھی ابھریں گے۔ اور ایک ہی وقت میں رومی اور مسلمان فتح و غلبہ کا پرچم لہرائیں گے۔ حالانکہ اس وقت یہ دونوں قومیں یعنی رومی اور مسلمان اتنے مغلوب تھے۔ کہ بظاہر حالات ان کے اٹھنے اور ایک طاقتور حکومت سے ٹکرانے یا ایک طوفان آسا گروہ پر غالب آنے کا خیال سراسر وہم اور جنون نظر آتا تھا۔ پر اس کے کام نیارے۔ ہؤا وہی جو مقدر تھا۔ الٰہی نوشتہ پورا ہؤا۔ اور خارق عادت طور پر ایک ہی وقت میں یعنی ۶۲۴ء میں سلطنت روما ایران پر اور مٹھی بھر بے سرو سامان مسلمان فراعنہ عرب پر غالب آئے۔ اور اس طرح قرآنمجید کی یہ دو عظیم الشان پیشگوئیاں نہایت جاہ و جلال سے پوری ہوئیں۔ (چنانچہ ابو سعید خدری سے روایت ہے۔ کہ یہ بدر کا دن تھا۔ جبکہ رومیوں اور مسلمانوں کو اکٹھا فتح و غلبہ حاصل ہؤا)

تاریخی حقائق

اب تاریخی واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ غلبہ روم اور غلبہ اسلام کے واقعات ناظرین کے سامنے آجائیں۔ اور آپ اندازہ کر سکیں۔ کہ یہ دوگونہ پیشگوئی کس شان سے بعینہٖ پوری ہوئی۔

سلطنت روما

آیت کریمہ غلبت الروم الخ میں رومیوں کی قریب کی زمین میں مغلوبیت کا ذکر ہے۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایران اور روما دو سلطنتیں عرصہ سے برسر پیکار تھیں۔ آخر ش ۶۰۲ء میں ان دونوں سلطنتوں کے درمیان وہ فیصلہ کن اور عظیم الشان جنگ شروع ہوئی۔ جس میں سلطنت روما کو بری طرح پسپا ہونا پڑا۔ ایرانی ملک عرب سے "قریب کی سرزمین" یعنی دمشق و بیت المقدس پر فتح حاصل کرنے کے بعد صلیب بھی ساتھ لے گئے۔ یہ ۶۱۴ء کا واقعہ ہے۔ جبکہ رومیوں کو ایرانیوں کے فولادی ہاتھوں سے عرب سے "قریب سرزمین" میں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اور وہ صحیح معنوں میں شکست خوردہ اور مغلوب ٹھہرے۔ اس جنگ کا ذکر انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا میں ان الفاظ میں کیا گیا۔ "خسرو ثانی شاہ ایران کی افواج نے سیریا اور ایشیائے کوچک کو لوٹا۔ اور ۶۰۸ء میں کیلسی ڈون پر بڑھیں۔ ۶۱۳-۶۱۴ء میں جرنیل شہ براز نے دمشق اور یروشلم کو فتح کر لیا۔ اور مقدس صلیب کو لے گیا۔ جلد ہی بعد مصر بھی فتح ہو گیا۔ رومی کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ کیونکہ ایک طرف اندرونی جھگڑوں سے اور دوسری طرف سلافیوں کے دباؤ سے وہ بہت ہی کمزور ہو رہے تھے۔" (ماخوذ) مذکورہ تاریخی حقائق سے ظاہر ہے۔ کہ ایران اور روم کا متواتر تیرہ سال شدید مقابلہ ہوتا رہا۔ اس عظیم الشان جنگ میں ایرانیوں نے رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ بہت سی فتوحات حاصل کیں۔ سلطنت روما کے تمام صوبجات چھین لے گئے۔ یہاں تک کہ ایرانی اس سلطنت کے دارالخلافہ تک پہنچ گئے۔ ایسے وقت میں یاس و ہزیمت کی فضا میں ایک آواز گونجتی ہے۔ کہ بے شک رومی سلطنت مغلوب ہے۔ لیکن میرے اللہ نے مجھے تبلایا ہے۔ کہ وہ نو سال کے اندر اندر غالب آجائینگے اس آواز کا سننا تھا کہ عرب میں ہیجان برپا ہو گیا۔ کفار نے بڑے شد و مد سے اس کا انکار کیا۔ اور کہا بھلا یہ ممکن ہی کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ اب روم کروٹ بدلے۔ ہاں مغلوب روم کی قسمت کا پانسہ پلٹا کھائے۔ یہ سیاسیات کے ساتھ یہ مضحکہ خیزی یہ مجنونانہ بڑ بس تمہیں کو مبارک۔

ایک دلچسپ واقعہ

یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایمان میں سرشار ہو کر اُبیّ ابن خلف سے شرط لگائی۔ کہ اگر تین سال کے اندر اندر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ تو دس اونٹ میں دوں گا۔ ورنہ تم کو دینے ہوں گے۔ اس معاہدہ کا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو علم ہؤا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ پیشگوئی میں بضع کا لفظ ہے۔ جو نو تک آتا ہے۔ اس لئے شرط میں اور شرط کی میعاد میں اضافہ کر دو۔ یعنی تین سال کے عرصہ کی بجائے نو سال کا عرصہ۔ اور دس اونٹوں کی بجائے سو اونٹ۔ ادھر ایمان میں سرشار ابو بکر ادھر کفر میں مخمور اُبیّ ابن خلف چنانچہ اس کو اس پیشگوئی کی بطالت پر اس قدر یقین تھا۔ کہ اس نے شرط میں یہ اضافہ منظور کر لیا۔ یہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ اور مہینوں پر مہینے اور سال پر سال گذرتے گئے۔ یہاں تک ۶۲۴ء میں روم کی رگِ حمیت پھڑکی۔ جوشِ انتقام کا خون رگوں میں گردش کرنے لگا۔ سابقہ ہزیمت کا تصور اور اب کے مر مٹنے کا عہد لے کر ہرقل اٹھا۔ رومیوں کی طوفانی فوج ایرانیوں پر بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑی۔ مفتوحہ علاقے واپس لے لئے۔ اور ایران کے اندر داخل ہو کر ایران کے سب سے بڑے آتشکدہ کو تباہ کر دیا۔ ایران کی "آگ" بجھ گئی۔ آتش کدہ ایران ایک بار ٹھنڈا پڑ گیا۔ روم خارق عادت طور پر پیشگوئی کے عین مطابق غالب آیا۔ ادھر حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے شرط کا مال لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ صدقہ کر دو۔

(روح المعانی)

یہ مذکورہ عظیم الشان پیشگوئی کا ایک رُخ ناظرین نے دیکھا۔ اب دوسرے تابدار رخ کا نظارہ کیجیئے۔

پیشگوئی کا دوسرا رخ

ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ..... الخ

اور اس دن (جس دن رومی فتح حاصل کریں گے) مومن نصرت اللہ سے خوش ہوں گے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اور وہ غالب رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا!

اس پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنا وعدہ یاد دلاتا ہے۔ اس وعدہ کی تفصیل قرآن کریم کے دیگر مقامات سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ قمر مکیہ میں اللہ تعالےٰ انبیاء کے سوانح حیات بیان کرتا ہے۔ جن میں کافروں کی ہزیمت اور ان پر عذاب نازل ہونے کا ذکر ہے۔ دیکھو نوحؑ کی قوم نے جھٹلایا۔ تو وہ غرقاب ہوگئی۔ عاد کی قوم کو ریح صرصر کے ساتھ تباہ کیا گیا۔ لوطؑ کی تکذیب سے قوم لوط پر آگ کا عذاب نازل ہؤا۔ گویا اس دنیا میں بھی جہنم کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اور پھر فرعون کو اور اس کے لاؤ لشکر کو بحیرۂ قلزم میں فنا کر دیا۔ اور جہاں ایک نبی کا قصہ ختم ہوتا ہے۔ وہاں یہ لفظ ہیں۔ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ۔ دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا۔ ان قصص کے بیان کے بعد کفار مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اکفارکم خیر من اولیاءکم ام لکم براءۃ فی الزبر ام یقولون نحن جمیع منتصر سیھزم الجمع و یولون الدبر (سورۃ قمر ع ۱۱) کیا تمہارے کافر پہلے کافروں سے بہتر ہیں۔ یا تمہارے صحیفوں میں تمہاری بریت لکھی ہوئی ہے۔ کیا کہتے ہیں ہم منظم ہیں۔ ہم ایک جمیعت ہیں۔ اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو۔ یہ جمیعت شکست کھائے گی۔ اور پیٹھ پھیر دیں گے۔" یہ تھا فتح و غلبہ

کا وعدہ جو مسلمانوں کے ساتھ مکی زندگی میں انتہائی مغلوبیت کے عالم میں کیا گیا۔ جس کا ذکر سورۃ الروم میں ہوا۔ اور فرمایا۔ جس وقت رومی غالب آئیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائیگا۔ یہ وعدہ بدر کے مقام پر پورا کیا گیا۔ جبکہ قریش مدینہ پر چڑھ آئے۔ قریش کی تعداد ایک ہزار تھی۔ خوب مسلح اور جنگ آزمودہ تھے۔ مسلمان ۳۱۳ وہ بھی نہتے لڑائی سے ناتجربہ کار۔ جن میں چھوٹی عمر کے لڑکے بھی شامل تھے۔ بدر کے مقام پر ان دونوں گروہوں کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ بظاہر حالات کامیابی کی کوئی امید نہ تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سخت متفکر۔ ایک چھوٹی سی جھونپڑی کے اندر زار زار رو رہے تھے۔ اور آستانہ الوہیت پر گرگرا کر عرض کر رہے تھے۔ کہ اے اللہ اگر یہ مٹھی بھر مومنوں کا گروہ بھی ہلاک ہوگیا۔ تو پیارے تبلا زمین پر تیری توحید کی کونسی جماعت علمبردار ہوگی۔ زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔" پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ کچھ غنودگی طاری ہوئی۔ پھر آپ مسکراتے ہوئے جھونپڑی سے باہر نکلے۔ آپ کی زبان پر قرآن کریم کی مذکورہ آیت تھی۔ جو کئی سال قبل یعنی مکی زندگی میں آپ پر نازل ہوچکی تھی۔ آپ نے باآواز بلند کہا۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ کفار کی فوج کو شکست ہوگی۔ اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائینگے۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ قریش کی ایک ہزار مسلح جمعیت کو مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھ شکست فاش ہوئی۔ بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور مسلمانوں کو مظفر و منصور کیا۔ ادھر ہرقل نے ۶۲۴ء میں روم کے مفتوحہ علاقے واپس لے لئے۔ اور ہزیمت کے بعد فتح و غلبہ حاصل ہوا۔ ادھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انتہائی مغلوبیت کے بعد اسی سال یعنی ۶۲۴ء میں بدر کے مقام پر مظفر و منصور ہوتے اور فتح و غلبہ کا علم بلند کرتے ہیں۔ اب غور کرو۔ سورۃ الروم کی یہ پیشگوئی کہ رومی اور مسلمان ایک ہی وقت میں مغلوبیت کے بعد غالب آئیں گے۔ کتنی عظیم الشان پیشگوئی تھی۔ جو بعینہٖ پوری ہوئی۔

[illegible]

غلبہ روم کی پیشگوئی کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ میں

نہ صرف یہ کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت اولیٰ میں پوری ہوئی۔ بلکہ یہ عظیم الشان پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت ثانیہ میں بھی نہایت جاہ و جلال سے پوری ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے خبر دی۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد سیغلبون۔

اس پیشگوئی سے مندرجہ ذیل امور مصرح ہوتے ہیں۔

(۱) ایک لڑائی ٹرکی اور اسکی کسی ہمسایہ سلطنت کے مابین ایک قریب کی سرزمین میں چھڑیگی۔
(۲) اس لڑائی میں پہلے پہل ٹرکی کو شکست ہوگی
(۳) شکست کے بعد اسے غلبہ حاصل ہو جائیگا۔

یہ پیشگوئی نہایت صفائی کے ساتھ لفظ بلفظ پوری ہوچکی ہے۔ اس کا پہلا حصہ تو جنگ بلقان میں پورا ہوا۔ جبکہ ترکوں کو تھریس میں ٹھیک ٹھیک الفاظ پیشگوئی کے مطابق بلغاریوں کے ہاتھ سے شکست فاش پہنچی۔ تھریس کی سرزمین ترکی دارالخلافہ کے قریب ہی واقع ہے۔ اور یہی پیشگوئی میں مذکور تھا۔ کہ وہ (ترک) ادنی الارض میں مغلوب ہوں گے۔" (اقتباس از ریویو اردو)

اب سلطنت روم کا وہ حصہ جو یورپ میں واقع ہے۔ تقریبًا سارا چھن گیا۔ اور دنیا نے قطعی طور پر فیصلہ کر لیا۔ کہ اب رومی ہمیشہ کے لئے یورپ سے خارج کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ظاہری حالات کو دیکھ کر سیاسیین نے جو قطعی فیصلہ کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ ان علاقوں میں رومی لوگ پھر ہرگز داخل نہیں ہو سکتے۔" (دیکھو مسلم ورلڈ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۲۱) لیکن الٰہی نوشتہ میں کچھ اور طرح لکھا تھا۔ میرا اشارہ پیشگوئی کے دوسرے حصہ کی طرف ہے۔ جو کہ یہ ہے۔ "لیکن اپنی شکست کے بعد رومی حکومت کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔" چنانچہ جولائی ۱۹۱۳ء میں ترک اڈریانوپل اور بعض دیگر مقامات پر از سر نو قابض ہوگئے۔ اور غیر متوقع طور پر غالب ہوئے۔ اس موقعہ پر اخبار پائونیر نے لکھا:۔

An opportunity from the sky یعنی یہ موقعہ جو ترکوں کو دوبارہ غلبہ حاصل کرنے کا ملا ہے۔ یہ آسمان سے ملا ہے۔

ایک مومن کا دل حلاوت ایمان سے سرشار ہو جاتا ہے۔ جب وہ مذکورہ پیشگوئی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دونوں بعثتوں میں پورا ہوتا دیکھتا ہے۔ اے احمد علیہ السلام کے منکرو! خدارا غور کرو۔ کہ اگر غلبہ روم کی پیشگوئی آنحضرت صلعم کی صداقت کا درخشندہ ثبوت ہے۔ تو کیا یہی پیشگوئی حضرت احمد علیہ السلام کی صداقت پر گواہ نہیں۔ یقیناً ہے۔ عبد القادر از لائل پور۔

ہفتہ بھر کی خبروں کا خلاصہ

—— لنڈن ۲ رمئی۔ آج ہوس آف کامنز میں مسٹر چیمبرلین نے جنگ ناروے کے متعلق اپنا وہ بیان دیا۔ جس کا لوگ نہایت بیتابی سے انتظار کر رہے تھے۔

آپ نے اس امر کا انکشاف کیا۔ کہ آج سے قریبًا ایک ماہ پیشتر یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ تھوڑی سی سپاہ کو تیار رکھا جائے۔ تاکہ جنوبی ناروے پر جرمنی کے حملہ کی صورت میں ہم ناروے کی مغربی بندرگاہوں پر قابض ہو سکیں۔

ہوس کو یاد ہوگا۔ کہ قریبًا تین ماہ کا عرصہ ہوا۔ کہ ہم نے فن لینڈ کی امداد کے لئے اتحادی سپاہ تیار کی تھی۔ اور یہ تو واضح ہی ہے۔ کہ فن لینڈ پہنچنے کا انحصار اس بات پر تھا۔ کہ ناروے اور سویڈن کی حکومتیں ہمارے فوجیوں کو اپنے ملک سے گزرنے کی اجازت دیں۔ ہمیں اس بات کا بھی احساس تھا۔ کہ ان ملکوں سے اتحادی فوجوں کا محض گزرجانا بھی جرمنی کے لئے ان ممالک پر حملہ کرنے کا بہانہ مہیا کردے گا۔ چنانچہ ہم نے ایسی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی فوج تیار کر لی تھی۔ ان امور کا خیال کرتے وقت یہ بات بھی ہمارے پیش نظر تھی۔ کہ ناروے پر حملہ کی صورت میں جرمن ٹرانڈہیم اور ناروے کی مغربی بندرگاہوں اور سٹاونگر کے ہوائی اڈے پر قبضہ کے لئے پورا زور لگائیں گے۔ چنانچہ ہم نے بھی ان مقامات پر قبضہ کرنے کے لئے مزید فوج تیار کر لی۔

ہوس کو یہ بھی معلوم ہے۔ کہ ناروے اور سویڈن نے اپنے اپنے ملک سے گذرنے کی اتحادی افواج کو اجازت نہ دی۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ان دستوں کو توڑ کر ان کا ایک بڑا حصہ دوسرے کام میں لگا دیا گیا۔ اور ان کو بچانے والے جہازوں کو بھی دوسرے ضروری مقامات پر بھیجنا پڑا۔ بہرحال آج سے قریبًا ایک ماہ پہلے پھر یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ چند چھوٹے چھوٹے دستے ہر وقت تیار رکھے جائیں۔ تاکہ ناروے پر جرمن حملہ کی صورت میں وہ ناروے کی مغربی بندرگاہوں پر قبضہ کرلیں۔

یہ پوچھا گیا ہے۔ کہ جب ہم نے تیاری مکمل کرلی تھی۔ تو اس کے باوجود جرمن کس طرح ہمیں بھل دیکر پہل کر گئے۔ اس کا جواب سیدھا سادا ہے۔ کہ یہ حملہ بہت عرصہ پہلے طے شدہ سکیم اور عیارانہ غداری کا نتیجہ تھا۔ اور وہ بھی ایک ایسے ملک کے خلاف جسے اس بات کا شبہ نہ تھا۔ اور جو قریبًا غیر مسلح تھا۔ (اس موقع پر ہوس میں قدرے گڑبڑ ہوئی۔ جسے خاموش کرادیا گیا)

ہمیں کئی ماہ قبل اس بات کا علم تھا۔ کہ جرمن دستے بحیرہ بالٹک کی بندرگاہوں میں جمع ہو رہے تھے۔ اور انہیں ساحل پر اترنے اور جہازوں پر سوار ہونے کی مشق کرائی جارہی تھی۔ یہ تو ظاہر تھا۔ کہ یہ دستے کہیں نہ کہیں حملہ کرنے والے تھے۔ مگر یہ دستے فن لینڈ۔ سویڈن ناروے ہالینڈ یا انگلینڈ پر بھی حملہ آور ہو سکتے تھے۔ چنانچہ پہلے ہی سے یہ بتادینا کہ وہ کہاں چوٹ کریں گے۔ مشکل تھا۔

—— لنڈن ۳ رمئی۔ آج پریوی کونسل میں سرجان بریکن نے مسجد شہید گنج کے متعلق مسلمانوں کی دائر کردہ اپیل کا فیصلہ سناتے ہوئے اپیل کو معہ خرچہ خارج کر دیا۔ پریوی کونسل نے قرار دیا۔ کہ مسجد ایک سو سال تک سکھوں کے قبضہ میں رہنے سے مسلمانوں کا حق نہیں رہتا۔ کہ وہ اسے نماز پڑھنے کے لئے استعمال کریں۔

—— سری نگر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت کشمیر نے رشوت ستانی کو روکنے کی غرض سے یہ احکام جاری کئے ہیں۔ کہ ہر ملازم سرکار ہر سال اپنی جائیداد کی رپورٹ حکومت کے پیش کیا کرے۔ اور اس میں ہر سال جو تبدیلیاں ہوں۔ ان سے بھی حکومت کو مطلع کیا کرے۔ سرکاری ملازم ڈالیاں قبول نہ کریں۔ پبلک سے متعلقہ کاغذات کو دفتروں میں دیر تک نہ روکا جائے۔

—— اخبار "فتی العرب" نے اپنے ایک مضمون میں واضح طور پر لکھا ہے۔ کہ روس کے ہندوستان پر حملے کا امکان بہت بعید ہے۔ کیونکہ روس اور ہندوستان کے درمیانی راستہ کی مشکلات اور ہندوستان کے دفاعی انتظامات اس اقدام کو نتیجہ خیز نہیں ہونے دیں گے۔

—— مصری پارلیمنٹ میں وزیر اعظم نے اعلان کیا ہے۔ کہ مصر ہر حال میں اتحادیوں کا ساتھ دیگا۔ بلکہ اسلامی ممالک کو بھی پرزور ترغیب دیگا۔ کہ وہ بھی اتحادیوں کی مدد کریں۔

—— لاہور۔ پولیس سرسہ ضلع حصار کے چار آدمیوں کی تلاش کر رہی ہے۔ جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے ایک تھانیدار فضل الحق کو مار مار کر ہلاک کر دیا۔ اور اس کا پستول چھین کر لے گئے۔ تاحال ملزموں کا سراغ نہیں ملا۔

—— کانگڑہ۔ دھرم سالہ ڈاکخانہ کے ایک چٹھی رساں ہیرالال کو انتیس ۲۹/۱/- روپے کا ایک منی آرڈر خورد برد کرنے کے جرم میں نو ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے۔